SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Sunday, July 23, 1989

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at six of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

طٰهٰ ۚ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ
يَّخْشٰى ۙ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۭ اَلرَّحْمٰنُ
عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ
فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ
الْحُسْنٰى ○

(سورة طٰہ ۱ تا ۸)

ترجمہ: ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اُتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ یہ تو نصیحت ہے اس کے لیے جو ڈرتا ہو۔ نازل اُس کی طرف سے ہوا ہے جس نے پیدا کیا زمین اور بلند آسمانوں کو، وہ خدائے رحمٰن عرش پر قائم ہے اسی کی ملک ہے جو کچھ یہاں آسمانوں اور زمین میں ہے اور ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کے بھی نیچے ہے اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی کو جانتا ہے اور وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اچھے اچھے نام اُسی کے ہیں۔

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Sunday, July 23, 1989

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall, (Parliament House), Islamabad, at six of the clock in the evening, with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ
يَّخْشٰى ۙ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۗ اَلرَّحْمٰنُ
عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ
فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ
الْحُسْنٰى ۝

(سورۃ طٰہٰ ۱ تا ۸)

ترجمہ: ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نہیں اُتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ یہ تو نصیحت ہے اس کے لیے جو ڈرتا ہو۔ نازل اُسی کی طرف سے ہوا ہے جس نے پیدا کیا زمین اور بلند آسمانوں کو، وہ خدائے رحمٰن عرش پر قائم ہے اسی کی ملک ہے جو کچھ یہاں آسمانوں اور زمین میں ہے اور ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کے بھی نیچے ہے اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی کو جانتا ہے اور وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اچھے اچھے نام اُسی کے ہیں۔

LEAVE OF ABSENCE

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب صوبیدار خان مندوخیل نے ناسازیٔ طبع کی بنا پر ایوان سے 8 تا 24 جولائی رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب صاحبزادہ سلطان عبدالمجید نے ناسازیٔ طبع کی بنا پر ایوان سے 11 جولائی تا واپسی رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں۔

(رخصت منظور کی گئی)

PRIVILEGE MOTION Re: PASSAGE OF FINANCE ACT 1989, BY THE NATIONAL ASSEMBLY

Mr. Chairman: Now, we take up the unfinished privilege motion. This was one dealing with Zakat and Ushr Ordinance. اس پہ میرا خیال ہے حکومت کی جانب سے جو تقریر ہو گئی تھی اسکے بعد مزید کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جی جناب ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: گذارش یہ ہے کہ چند ممبرز سینیٹرز صاحبان کی بھی خواہش تھی کہ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے تھوڑا سا میں بھی اس پہ کہنا چاہتا ہوں۔ اسکے بعد گیلانی صاحب۔

جناب چیئرمین: کیا گیلانی صاحب موجود ہیں؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: اگر موجود ہونگے تو ٹھیک ہے ورنہ I will give my rgument.

جناب چیئرمین: آپ wind up کر دیں گے۔ جی جناب مولانا سمیع الحق صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین! ہم نے ایک بہت اہم مسئلے پر آپ کی توجہ مبذول کرائی تھی اور شاید وہ تحریک بالکل pending ہو گئی ہے بڑا قومی مسئلہ تھا راجیو گاندھی کا جو دورہ تھا اسلام آباد کا، اور جس پس منظر میں وہ ہوا اور تین دن پہلے ان کی پیرس میں ملاقات ہوئی اور پھر وہ گورباچوف کے پاس گئے اور یہاں آئے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اصل حقائق ہمارے سامنے نہیں

آئے۔ اگر پرانی باتیں دہرانا تھیں تو پھر راجیو گاندھی کو پاکستان آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کم از کم اس وقت پوری قوم پریشان ہے کہ سیاچین کے بارے میں کیا ہوا ہے یا افغانستان کے مسئلے پر کوئی گٹھ جوڑ ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: اس وقت یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا۔ جس وقت جاری بحث مکمل ہو جائیگی اگر ایوان چاہے گا اگر آپ کسی اور مسئلے کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں تو اس کا ایک طریقہ کار ہے

مولانا سمیع الحق: طریقہ کار ہے تحریک التوا تو ہم نے داخل کی ہے شاید وہ ایجنڈے پر نہ آئے اور اجلاس ختم ہو جائے۔

جناب چیئرمین: تحریک التوا کی جو routine ہے اس کی باری تو نہیں آئے گی۔

مولانا سمیع الحق: نہیں آئے گی تو پھر اس قومی مسئلے پر سینیٹ خاموش رہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ تو اب ایوان پر منحصر ہے ناں جی آپ آپس میں۔۔۔۔

مولانا سمیع الحق: میرا خیال ہے کہ ایوان کے سب حضرات کے جذبات میرے ساتھ ہیں اس مسئلے پر۔۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں ایسے تو نہیں ہو سکتا چونکہ آپ کی جو ایڈجرنمنٹ موشن ہے وہ وقت پہ آئے گی اگر آپ نے دی ہوئی ہے۔ اگر آپ اس کو کسی اور طریقے سے لانا چاہتے ہیں تو مشورہ کر کے ایوان میں لے آئیں۔ جی پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: میرا خیال ہے کہ مولانا شاید اس صورتحال سے پوری طرح واقف نہیں ہیں اس میں محترم لیڈر آف دی اپوزیشن کے ساتھ یہ understanding ہوئی تھی چونکہ ایک پروول ۱۹۴ کے تحت بحث جاری ہے اسے مکمل کر لیا جائے اس کے بعد ہم اس کو لے لیں گے۔

جناب چیئرمین: جی مولانا صاحب انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے۔ یہ مکمل ہو جائے اس کے بعد جو قواعد کے مطابق کسی چیز کو لائیں گے تو قواعد کے مطابق اسکو deal کیا جائے گا

جی پروفیسر صاحب آپ اس پر تقریر فرمائیں گے۔

پروفیسر خورشید احمد: جی ہاں بالکل اگر آپ۔۔۔

جناب چیئرمین: حکومت کی جانب سے جو اعتراضات اس پر آئے ہیں وہ آپ نے سن لئے ہیں۔ اور اب زیادہ facts یہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ چند ایک

قانونی اعتراضات ہیں ان کا جواب اگر آپ مناسب سمجھیں تو دے دیں۔ جناب پروفیسر صاحب۔

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب چیئرمین! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس تحریک کے محرک کی حیثیت سے اب تک کی بحث پر اپنا جواب پیش کرنے کا موقع دیا میں آپ سے اور آپ کے توسط سے حکومت کے ذمہ دار افراد سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ گو ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ تحریک استحقاق کی بنیاد پر اس مسئلے کو ایوان کے سامنے لائیں لیکن میں یہ بات بالکل واضح الفاظ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا مقصد دستور کے تقاضوں کو پورا کرنا اور کروانا ہے اور اس ملک میں قانون سازی اور ملکی معاملات کو حل کرنے کے لئے کچھ اچھی روایات قائم کرنا ہے ہمارے پیش نظر کسی leg pulling نہیں دستور اور قانون کی مشکلات بھی ہمارے سامنے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اصل مسئلہ بھی اتنا اہم اور گھمبیر ہے کہ اسے محض technicalities کی بنیاد پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے میری کوشش یہ ہو گی کہ پوری ایمانداری کے ساتھ اس مسئلے کی قانونی حیثیت اور تحریکی حیثیت آپ کے سامنے رکھ دوں کہ میری نگاہ میں کیا اس کا حل ہو سکتا ہے اور کیا مشکلات ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ حکومت اس معاملے کو محض اس لئے ناک کا مسئلہ نہ بنائے کہ چونکہ ایک کام ہو گیا ہے اس لئے ہمیں لازماً اسے defend کرنا ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط دستوری ہو یا دستوری روح کے منافی ہو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے یہ رویہ اختیار کیا تو شاید ہم اس طرح ملک کی زیادہ بہتر خدمت کر سکیں گے اور سینیٹ اور نیشنل اسمبلی یہ دونوں جس طرح کہ ہم نے بار بار کہا ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ہمارے پیش نظر ان کے درمیان کوئی تصادم نہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ دونوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ انڈرسٹینڈنگ ہو اور اس کے بعد پھر دونوں اس بات کی کوشش کریں کہ اپنے اپنے فرائض کو صحیح ادا کریں۔ اور اگر اس میں کہیں کسی سے کوئی سہو یا غلطی ہو گئی ہے تو ہم انسان ہیں اس غلطی کی اصلاح کا بھی کوئی نہ کوئی راستہ ہونا چاہیئے۔ میں سب سے پہلی گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد میں ان تمام دلائل کو لے کر مختصراً اپنا نقطہ نظر آپ کے سامنے رکھوں گا۔ جو اب تک ہمارے سامنے آئے ہیں۔

جناب والا! میں سب سے پہلے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے عزیز بھائی ۔۔

جناب چیرمین: پروفیسر صاحب میں سمجھتا ہوں تین چیزوں پر آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ آپ کے لئے آسانی ہو جائے۔ ایک تو یہ تھی جو جاوید جبار صاحب نے فرمایا تھا کہ پارلیمنٹ تین حصوں پر مشتمل ہے اور اس میں جو نیشنل اسمبلی میں اور صدر نے اس کو منی بل کی حیثیت سے پاس کر دیا ہے تو سینیٹ کے لئے کیا جواز بنتا ہے کہ اس سے اختلاف رائے کرے۔ دوسری بات انہوں نے یہ فرمائی تھی کہ جو سپیکر کا سرٹیفیکیٹ ہے انڈر آرٹیکل ۷۳ وہ فائنل تصور کیا جائے گا۔ تیسری بات انہوں نے یہ کہی تھی کہ اس سے پہلے بھی ۸۶ اور ۸۷ میں چند قوانین اسی نوعیت کے تھے جن میں ترمیم کی گئی تھی نیشنل اسمبلی کے ذریعے خصوصاً اسی قانون میں ترمیم کی گئی تھی تو یہ تین پہلو ہیں قانونی جن پر میرے خیال میں آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: میں سب لے لوں گا۔ اگر کوئی رہ جائے تو آپ مجھ سے سوال کریں۔ میں تینوں کو لے لوں گا۔ یہ میرے پاس نوٹڈ ہیں۔ میں سب سے پہلی بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جاوید صاحب نے میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں بڑا ہی معقول رویہ اختیار کیا کہ انہوں نے facts اور قانون کے بارے میں جو ان کی understanding تھی اسے اس ایوان کے سامنے رکھا اور میں آغاز کر رہا ہوں اپنی بات کا اس مقام سے جہاں ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف نہیں۔ انہوں نے سب سے پہلی بات یہ کہی اور بجا طور پر کہی کہ حکومت کی نگاہ میں زکوٰۃ، ٹیکس نہیں ہے۔ اگر یہ بات درست ہے اور ہماری اور ان کی premise یہی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی قانونی implications بھی ہمارے سامنے رہے آپ کو معلوم ہے کہ دستور میں ٹیکس کو ڈیل کرنے کی دو شکلیں ہیں۔ ایک اس کی صورت ہے ٹیکس لگانے کی imposition, modification اور دوسری ہے ٹیکس سے حاصل شدہ آمدنی اور اس کو خرچ کرنے کی۔ ٹیکس سے حاصل شدہ آمدنی گورنمنٹ کا ریونیو بنتی ہے اور مختلف پبلک اکاؤنٹس میں آتی ہے۔ اگر ہم یہ بات تسلیم کریں جو شرعاً بھی ایک حقیقت ہے اور اس ملک کے قانونی پس منظر میں بھی ایک حقیقت ہے کہ زکوٰۃ اور عشر نہ ٹیکس ہیں اور نہ ان کا اس ملک میں انفورسمنٹ بطور ٹیکس کے ہوا ہے۔ اس موقع پر میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ ٹیکس اور عشر آرڈیننس سب سے پہلے ۱۹۷۹ میں ایک separate آرڈیننس کے طور پر self contained Ordinance کے طور پر بجٹ کے حصے کے طور پر نہیں introduce ہوا۔ اس کے بعد زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ اسی مسودے کا revised version تھا جس کا یہاں پر

[Prof. Khurshid Ahmed]

اطلاق ہوا ہے۔ اس کے بعد اس وقت تک اس میں سات ترامیم ہوئی ہیں۔ پہلی ترمیم زکوٰۃ وعشر ترمیمی آرڈیننس ۱۹۸۰ء (۵۲ مجریہ ۱۹۸۰ء) ہے جو ایک accepted Ordinance کے طور پر آیا ہے۔ دوسرا آرڈر نمبر ۷ مجریہ ۱۹۸۳ء ہے تیسرا پی او نمبر ۱۲ مجریہ ۱۹۸۳ء ہے چوتھا آرڈیننس نمبر ۴۲ مجریہ ۱۹۸۳ء ہے پانچواں آرڈیننس نمبر ۴۶ مجریہ ۱۹۸۴ء ہے۔ یہ پانچوں ترامیم اس قانون میں مختلف پہلوؤں سے separate Ordinance کے آرڈر کی شکل میں کی گئی ہیں۔ چھٹی اور ساتویں ترامیم میں یہ راستہ اختیار کیا گیا ہے کہ بجائے اس کے کہ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس کو ایک الگ قانون کے ذریعے تبدیل کیا جاتا منی بل کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ ایکٹ ۱۹۸۷ بجٹ جو ہے اس میں پہلی مرتبہ یہ راستہ اختیار کیا گیا کہ ایک شق میں ترمیم کی گئی جس کے ذریعے حکومت کو یہ اختیار دیا گیا اگر وہ چاہے تو کچھ اشیاء پر کچھ چیزوں پر کچھ monetary documents پر زکوٰۃ exemption دے دے۔ اور اس کے بعد پیشِ موجودہ بل جس میں یہ ترامیم کی گئی ہیں کہ زکوٰۃ کی collection کا جو structure ہے اسے بدل دیا گیا اس پر میں بات کر چکا ہوں اسے اب میں نہیں لوں گا یہ اب تک ترامیم ہوئی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اول تا پانچ ترامیم ضابطے کے مطابق، اس کو ایک self contained آرڈیننس یا بل یا نظام سمجھ کر کی گئی ہیں۔ لیکن چھٹی اور ساتویں میں یہ راستہ اختیار کیا گیا ہے کہ منی بل کو use کیا گیا ہے ہماری نگاہ میں یہ دونوں غلط ہیں اور ایک غلطی دوسری غلطی کے لئے نظیر نہیں بنتی میں نے پہلی غلطی کو بھی چیلنج کیا تھا اور اب دوسری غلطی کو بھی چیلنج کیا ہے۔ یہ دونوں میری نگاہ میں غلط تھے اور اس فرق کے ساتھ کہ اس وقت حکومت کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ exemption دے دے اور اب اس چھوٹے سے چھید کو بڑا کر کے ایک ایسا دروازہ بنا دیا گیا ہے جس سے میری نگاہ میں پورا نظام درہم برہم ہو گیا ہے اس کے علاوہ ایک آرڈر ہمیں اور ملتا ہے جو Application of Ushr Order ہے ۱۹۸۳ء کا کہ پہلے چونکہ صرف زکوٰۃ enforce کی گئی تھی پھر عشر آ گیا تھا لیکن enforce نہیں کیا گیا تھا تو ۱۹۸۳ء میں اس آرڈر کے ذریعے اسے enforce کیا گیا ہے۔ اس کے لئے بجٹ کو استعمال نہیں کیا گیا۔ Finance Act کو استعمال نہیں کیا گیا۔

جناب والا! اس کا دوسرا پہلو بھی آپ کے سامنے رہے پبلک اکاؤنٹس جن میں حکومت کی تمام آمدنی آتی ہے اور یہ دو ہی اکاؤنٹس ہیں ایک کو ہمارے دستور کے تحت

Federal Consolidated Fund کہتے اور دوسرے کو Public Accounts کہتے ہیں۔

Federal Consolidated Fund جو ہے وہ حکومت کی ملکیت ہوتا ہے۔ اور اس کو حکومت دستور کے تحت لیکن اس کی تفصیل کو اسمبلی میں ڈسکس کیئے بغیر خرچ کرنے کی مجاز ہوتی ہے اور پبلک اکاونٹس کے معنی یہ ہیں اسے وہ اسی وقت خرچ کر سکتی ہے جب اس کے لئے proper appropriation ہو۔ ماضی میں ایک Appropriation Act ہوا کرتا تھا لیکن اب جو راستہ اختیار کیا گیا ہے ۱۹۷۳ء کے دستور میں وہ Appropriation Act نہیں ہے بلکہ وہ پرائم منسٹر کا authentication ہے لیکن وہ authentication ہوتا ہے نیشنل اسمبلی کے منظور کرنے کے بعد اور اسی کے مطابق۔ تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ ٹیکس ہے نہ اس کا پیسہ Consolidated Fund میں آتا ہے نہ اس کا پیسہ Public Accounts میں آتا ہے جن کے خرچے کے لیئے authentication کی ضرورت ہے اور انہی چیزوں کو منی بل ڈیل کرتا ہے۔ منی بل کا تعلق ان تمام آمدنیوں سے ہے جو ٹیکس کے ذریعے ہوں یا لیوی کے ذریعے ہوں۔ یا قرضے ہوں یہ حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں یہ تمام چیزیں ان دونوں میں سے کسی ایک اکاونٹ میں آتی ہیں اور ان دونوں اکاونٹس کو صرف کرنے کا دستور نے ایک خاص ضابطہ بنا دیا ہے زکوٰۃ کا اطلاق ان میں سے کسی پر نہیں ہوتا زکوٰۃ ایک امانت ہے جو افراد اور صرف مسلمان افراد ادا کرتے ہیں فقہی اختلاف کی بنیاد پر exemption ملتی ہیں ایک فنڈ میں جاتی ہے اور اس سے پھر اس فنڈ سے صرف کرنے کے لئے کسی Appropriation Act کی یا کسی authentication کی ضرورت نہیں ہے اس کا اپنا ایک نظام ہے اس کا آڈٹ کا بھی ایک نظام ہے زکوٰۃ آرڈیننس کے تحت آڈیٹر مقرر کرنے کا اختیار زکوٰۃ کونسل کو ہے البتہ حکومت کو یہ اختیار رہے کہ وہ جب چاہے اکاونٹس کو چیک کر سکتی ہے اور اس کی financial reports پارلیمنٹ کے سامنے آ سکتی ہیں لیکن نہ وہ Consolidated Fund میں ہے اور نہ وہ Public accounts میں ہے

جناب والا! چونکہ اس بات کو حکومت نے تسلیم کیا ہے کہ زکوٰۃ ٹیکس نہیں ہے اور زکوٰۃ Directly Public Accounts or Consolidated Fund یا Revenue کی شکل اختیار نہیں کرتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ پھر اس کا جو قانونی لازمی تقاضا ہے وہ یہ۔

[Prof. Khurshid Ahmed]

ہے کہ زکوٰۃ کو ایک مستقل بالذات نظام تصور کیا جائے اس نظام کو بہتر بنائیے ہم بھی اسے بہتر بنانا چاہتے ہیں انسانوں کا بنایا ہوا وہ ایک نظام ہے اس میں خامیاں ہو سکتی ہیں ان کی اصلاح ضروری ہے لیکن اس کے لئے وہ راستہ اختیار کیجیے جو راستہ قانون کے تحت اختیار کیا جانا چاہیئے اس کے لئے کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کیجئے جس کے نتیجے کے طور پر دستور کے تقاضے پورے نہ ہوں اور back doors استعمال کیئے جائیں۔

دوسری گزارش جناب والا! میں یہ کروں گا کہ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس کے بارے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ ہمیں اس کے بارے میں reservations ہیں اور یہ وہ قانون ہے جو کہ مارشل لاء کے زمانے میں بنا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ مارشل لاء کے زمانے میں بنا ہے لیکن ہمارا attitude جناب والا! یہ ہونا چاہیے کہ کوئی قانون خواہ مارشل لاء کے زمانے میں بنے یا غیر مارشل لاء کے زمانے میں بنے اسے اس کے میرٹس پر لیا جائے وہ کتاب قانون کا حصہ ہے وہ اس دستور کے تحت بنا ہے، اس لئے کہ ۱۹۷۳ کے دستور میں Concurrent List میں زکوٰۃ موجود تھی اس کا اضافہ اب نہیں کیا گیا ہے دستور کے Directives Principle میں اسلام کے مالیاتی نظام کو نافذ کرنے کی بات پہلے سے موجود تھی اور یہ ۱۹۵۶ کے دستور میں بھی موجود تھی یہ بات ۱۹۶۲ کے دستور میں بھی موجود تھی پھر میں یہ بات بھی کہوں گا کہ مارشل لاء کے زمانے میں بنایا جانے والا ہر قانون آپ سے آپ برا نہیں ہو جاتا۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ مارشل لاء کے زمانے میں Family Laws بنے ان Family Laws کو ۱۹۶۲ کے دستور میں ایک Dictator نے تحفظ دیا پھر ۱۹۷۳ کے دستور میں انہی قوانین کو نافذ کیا گیا آج بھی انہیں تحفظ حاصل ہے وہ بھی تو آخر ایک ڈکٹیٹر کے زمانے کے قوانین تھے مارشل لاء کے زمانے کے قوانین تھے اگر آپ دستور کا جدول I نکال کر دیکھیں تو کم از کم ایک درجن قوانین ایسے ہیں جو قانون یا آرڈر یا آرڈیننس کی شکل میں ایک مارشل لاء میں اور پھر دوسرے مارشل لاء میں نافذ کیئے گئے اور ان کو تحفظ دیا گیا ہے کچھ کو قانونی اور کچھ کو دستوری تحفظ یعنی دستور میں ترمیم کا طریقہ ان کے لئے لاگو کیا گیا اگر یہ سب چیز جائز ہے تو پھر صرف زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس ایسا کیوں ہے کہ اس کے ذکر پر آپ کی تیوری پر بل آجاتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ یہ تو مارشل لاء کی

product ہے ٹھیک ہے ہم خود یہ بات چاہتے ہیں کہ ہر چیز بر جمہوری طریقے سے ہو قانون کے مطابق معاملات کیے جائیں لیکن محض یہ بات کہ مارشل لاء میں ایک چیز بنی ہے یہ اس کو condemn کرنے کے لئے کافی نہیں ہے آپ کو اس کے merits پر جانا چاہیئے یہ ایک بہت بڑا contribution ہے جو ہمارے ملک میں ہوا ہے یہاں پر عزیمت کو دور کرنے کے لئے، یہاں اسلام کے قانون کو نافذ کرنے کے لئے زکوٰۃ اور عشر کا نفاذ ایک بہت بڑی achievement ہے اس کی اصلاح کیجیئے اور اس کو build کیجیئے اس کو اس طریقے سے deride نہ کیجیئے

تیسری بات جناب والا! یہ کہی گئی ہے کہ اپوزیشن بیکار کا غوغا کر رہی ہے ہمارے سامنے اصل مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی کونسل کو پارلیمنٹ کے سامنے accountable بنایا جائے میں جناب والا! پورے ادب سے عرض کروں گا کہ یہ issues کو confuse کرنے کی ایک بڑی ہی بھونڈی مثال ہے میں یہ پیشکش کر رہا ہوں ہم سب تیار ہیں اس کے لئے کہ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس میں جہاں کسی ترمیم کی ضرورت ہے کسی اصلاح کی ضرورت ہے آیئے ایک کمیٹی بنائیں اسے examine کریں، اس کو debate کریں اس کو improve کریں یہ تمام باتیں درست ہیں یہ سب ہونی چاہیں لیکن ان کو صحیح طریقے سے ہونا چاہیئے اس کے لیئے short cuts اور غلط راستے اختیار نہ کیجیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے سامنے accountability کا معاملہ جو ہے اس کا سہارا لیا جا رہا ہے پراونشل زکوٰۃ کونسل کو مرکز کے تابع کرنے کے لئے مرکزی حکومت کے ہاتھوں میں ساری قوت مرکوز کرنے کے لئے اس سے ہمیں اس بات کی بو آتی ہے کہ ایک حکومت اپنے سیاسی مقاصد کے لئے اس کو استعمال کرنا چاہتی ہے۔ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس میں اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ ایسا نظام بنایا جائے جو قوم کے معتمد افراد کے ہاتھوں میں ہو سنٹرل زکوٰۃ کونسل اور صوبائی زکوٰۃ کونسل کا آپ constitution دیکھیئے جو بے دین افراد ہو سکتے ہیں انہیں وہاں لانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے بعد accountability جہاں تک تعلق ہے already قانون میں یہ بات موجود ہے کہ اس کے اکاونٹس پارلیمنٹ کے سامنے آتے جائیں اس کے اکاونٹس اے جی پی آر جب چاہے آڈٹ کر سکتا ہے یہ دونوں باتیں موجود ہیں لیکن اگر یہ کافی نہیں ہے اور مجھے اتفاق ہے اس بات سے تو پھر اس میں ایسی ترمیم کر سکتے ہیں جس کے نتیجے کے طور پر یہ obligatory ہو کہ مرکزی زکوٰۃ کونسل کی رپورٹ لازماً پارلیمنٹ کے سامنے آئے

[Prof. Khurshid Ahmed]

اور سال ختم ہونے کی ایک خاص مدت کے اندر اندر آنے اور پارلیمنٹ اس پر discussion کرے اپنی suggestions کونسل کو بھیجے اسی طرح پراونشل زکوٰۃ کونسل کی رپورٹس ہر صوبے کی اسمبلی کے سامنے آئے متعلقہ صوبائی اسمبلی ان پر غور کرے اور اپنی سفارشات ان کو بھیجے لیکن جناب والا! ان کی جو autonomy کا نظام بنایا گیا ہے اور جس طرح ان کو سیاسی indeference سے محفوظ رکھا گیا ہے اسے تباہ نہ کیجیے یہ بہت بڑا contribution ہے اس نظام کا، accountability لیکن political interference اور ایک پارٹی کے مقاصد کے لیے اسے use کرنا یہ غلط ہے اس کا دروازہ بند کیجیے اور اس کا راستہ یہ ہے کہ on its merits اس قانون کا مطالعہ کیجیے اس میں ترامیم لائیے آپ لائیں یا سینیٹ کی ایک کمیٹی کے سپرد کیجیے نیشنل اسمبلی کی کمیٹی کے سپرد کیجیے وہ تیار کرے اس پر ڈیبیٹ ہو اور پھر اسے اختیار کیا جائے۔

جناب والا! یہ تین چیزیں تھیں جو میں نے سب سے پہلے آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا تھا جو ہماری approach اور ہم کیا بات چاہ رہے ہیں اس کو واضح کرتی ہے اب جناب والا! میں یہ چاہوں گا کہ آپ کی اجازت سے ایک پوائنٹ گو وہ میرے دلائل کے لیے بہت ہی crucial نہیں ہے لیکن چونکہ میرے محترم دوست وزیر مملکت برائے اطلاعات نے اس کو بڑی اہمیت دی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ وہ بات بھی آپ کے سامنے رہے انہوں نے یہ بات بار بار کہی کہ قومی اسمبلی directly elected Assembly ہے اور سینیٹ indirectly elected House ہے اور مالی معاملات جو ہیں وہ قومی اسمبلی کے سامنے جانے چاہئیں اور دستور کے تحت قومی اسمبلی ہی اس کی مجاز ہے سینیٹ کو اس کے اندر اپنی ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے۔ جناب والا! میں پورے ادب سے کہوں گا کہ جو بھی دستور کی پوزیشن ہے ہم اسے مانتے ہیں ہم یہ رائے رکھ سکتے ہیں کہ وہ پوزیشن صحیح ہے یا غلط اس میں ترمیم ہونی چاہیئے اور آپ گواہی دیں گے کہ اس سے پہلے خود میں نے یہ مسئلہ سینیٹ کے سامنے رکھا تھا کوثر نیازی صاحب نے رکھا تھا اور اگر مجھے صحیح یاد ہے تو خود جاوید جبار صاحب نے رکھا تھا کہ سینیٹ کو مالی معاملات میں کچھ نہ کچھ اختیار ہونا چاہیئے اور دنیا کے ممالک کی مثالیں دے کر ہم نے بتایا تھا کہ directed elected یا indirectly elected حتیٰ کہ nominated Senate جو ہے ان کو بھی یہ اختیار ہے کہ وہ مالی معاملات میں کچھ نہ کچھ رول ادا کرتے ہیں اور آج بھی اگر آپ ایجنڈا دیکھیں تو میری ایک قرارداد جو کئی برس

سے سرکولیٹ ہو رہی ہے وہ آج بھی ایجنڈے پر موجود ہے کہ سینیٹ کو مالی اختیارات ملنے چاہئیں یہ ایک الگ بحث ہے لیکن یہ بات کہنا کہ محض indirectly elected ہونے کی وجہ سے یہ اس حق سے محروم ہو جاتا ہے کہ مالی معاملات پر بحث کرے یہ بات درست نہیں ہے شاید دنیا میں پاکستان واحد ملک ہے جہاں indirectly elected Senate کو مالی معاملات میں مکمل طور پر غیر مختار بنا دیا گیا ہے انگلستان میں House of Lords elected نہیں ہے لیکن وہ بھی مالی معاملات پر بحث کرتا ہے ایک مہینے تک وہ delay کر سکتا ہے ہندوستان میں Rajya Sabha elected of nominated دونوں چیزیں اس میں شامل ہیں وہ مالی معاملات پر بحث کرتی ہے اور ۱۵ دن تک delay کر سکتی ہے ملائیشیا میں پورا ہاؤس nominated ہے لیکن وہاں بھی انہیں اختیار ہے کہ وہ مالی معاملات کے اندر مداخلت کرتے ہیں آسٹریلیا میں ہاؤس جو ہے mainly directly elected نہیں لیکن دو حصے اس کے indirectly elected ہیں لیکن انہیں اختیار کم و بیش وہی ہے جو امریکہ کے ہاؤس کو ہے یعنی اس کو بالکل روک سکتا ہے بلاک کر سکتے ہیں اس کا تعلق محض directed elected elected یا indirectly elected سے نہیں ہے۔

ہمیں ایشوز کو confuse نہیں کرنا چاہیئے باقی جو آئینی پوزیشن ہے وہ ہمارے سامنے ہے اور وہ یہ ہے جہاں تک مالی معاملات کا تعلق ہے منی بل کا تعلق ہے یہ نیشنل اسمبلی کا حق ہے سینیٹ موجودہ حالات کے اندر اس میں مداخلت نہیں کر سکتا لیکن یہ وہ بنیاد ہے جہاں کہ ہماری مداخلت کی بنیاد بنتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے دستور میں تین قسم کے بل ہیں ایک منی بل ہے دوسرا فنانس بل اور ایک اور بل ہے other than Money Bill and Finance Bill جناب والا! میں پورے ادب سے عرض کروں گا میری نگاہ میں زکوٰۃ و عشر آرڈیننس نہ فنانس بل ہے نہ منی بل ہے اس کی حیثیت other than Money Bill and Finance Bill ہے اور اسی بنیاد پر ہم ساری بحث کر رہے ہیں ایک ایسے آرڈیننس کو یا ایک ایسے نظام کو جس کا تعلق دستور کے تحت آرٹیکل ۷۳(۲) اور (۳) سے ہے ۷۳(۲) میں بیان کردہ پہلی چھ کیٹگریز میں وہ چیز ہے جو منی بل ہے اور ۷۳(۳) میں دو کیٹگریز میں وہ چیز ہے جو منی بل نہیں ہے لیکن فنانس بل، فنانس بل بھی سینیٹ میں آنا چاہیے۔ فنانس بل کو سینیٹ نہیں روک سکتا صرف منی بل ہے جو اس میں نہیں آئیگا لیکن جہاں تک باقی تمام بلز کا تعلق ہے ان میں نیشنل اسمبلی اور سینیٹ مساوی ہے اور ہماری شکایت کی بنیاد یہی ہے ایک ایسا موضوع ایک ایسا مسئلہ جو در اصل نہ فنانس بل تھا نہ منی بل تھا غلط فہمی کی بنا پر فنانس بل کا حصہ قرار دے دیا گیا ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر سینیٹ کی jurisdiction out

[Prof. Khurshid Ahmed]

ہوگئی ہے اگر یہ ایک عام بل کی حیثیت سے آتا نیشنل اسمبلی میں originate ہوتا وہ اس پر بحث کرتی سینیٹ میں بھیجتی ہم اس پر بحث کرتے اور اگر اتفاق رائے سے ہم کسی امنڈمنٹ پر آجاتے تو بالکل صحیح تھا ہمیں یہ راستہ اختیار کرنا چاہیئے تھا تو crucial issue میری نگاہ میں یہ ہے ایک ایسا عنوان جس کا تعلق نارمل بل سے ہے وہ نہ منی بل ہے نہ فنانس بل ہے اسے غلطی کی بنیاد پر فنانس بل کا منی بل کا حصہ شمار کر لیا گیا ہے اور اب ہمارے لیے الجھن پیدا ہوگئی ہے کہ ہم کیا کریں۔

اب جناب والا! میں اس قانونی بحث پر آتا ہوں۔ میری نگاہ میں، جناب والا! آپ مجھ سے زیادہ اس امر سے واقف ہیں، ہمارے ملک میں پارلیمنٹ کی sovereignty کا وہ تصور نہیں ہے جو برٹش پارلیمنٹ کا ہے برٹش پارلیمنٹ کی ایک بڑی unique حیثیت ہے اور چونکہ وہاں پر written Constitution نہیں ہے اس لیے برطانوی پارلیمنٹ absolute right رکھتی ہے بے شمار معاملات کے اندر رکھتی ہے لیکن ہر وہ ملک جس میں written Constitution ہے اور خاص طور پر وہ جو فیڈریشن ہے جن میں مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کی جاتی ہے جہاں legislation ؛ کے دائرہ کار متعین کیے جاتے ہیں مرکز کے لیے صوبوں کے لیے یا کنکرنٹ لسٹ وہاں دراصل ٹیکنیکلی دستور sovereign ہوتا ہے اور دستور کے ماتحت تمام اداروں کو اپنے اپنے دائرے میں اپنے اپنے اختیارات کے تحت کام کرنا ہوتا ہے جناب والا! میں یہ بھی عرض کر دوں کہ بار بار یہ سوال یہاں پر اٹھا ہے اور میں نے اس پر جتنا غور کیا مطالعہ کیا ہے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ بات غلط ہے کہ دستور کا interpretation صرف اور صرف جوڈیشری کر سکتی ہے بلاشبہ اس کا آخری اختیار جوڈیشری کو ہے لیکن صدر پارلیمنٹ ارکان پارلیمنٹ دونوں ایوان اور جوڈیشری ان تینوں کو اپنے اپنے دائرے اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کی حد تک دستور کو interpret کرنا ہوگا اور اس حیثیت سے میں خصوصیت سے آپ کی توجہ Seervai کی کتاب Constitutional Law of India کی طرف مبذول کرا دوں گا جس میں پریذیڈنٹ کی بحث میں اس نے اس نکتے پر بحث کی ہے اور اس سوال کو اٹھایا ہے کہ وہ معاملات جہاں پریذیڈنٹ کا jurisdiction لکھا ہوا نہیں ہے وہ معاملات بھی ایسے ہیں جس میں پریذیڈنٹ کو دستور کو interpret کرنا پڑے گا یہ اس کی دستوری اور قانونی ذمہ داری ہے اور اگر oath جو پریذیڈنٹ نے دستور کو safeguard اور protect کرنے کی اٹھائی ہے اس کا تقاضا ہے کہ وہ دستور کو interpret کرے اس حد تک جتنا کہ اس کے اختیار میں ہے اسی طرح پارلیمنٹ جب قانون سازی کرے گی تو جس حد

تک اس کے اختیارات ہیں جب دستور کو interpret کرے گی لیکن آخری فیصلہ کہ کس نے - over-step کیا ہے یا کہاں کوئی failure ہوئی ہے کورٹس کرینگی۔

جناب چیئرمین: یہ Seervai کا کونسا صفحہ ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: میں آپ کو بتا دونگا اقتباس سے فلیگ نکل گیا ہے میں ابھی آپ کو دے دوں گا لیکن Seervai کی جلد دوم ہے۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے اس سے اختلاف نہیں ہوگا مثلاً اگر کوئی مسئلہ ہے اگر ہاؤس کے رولز کو interpret کرنا ہے یا ہاؤس کا نظام چلانے کے لیے مجھے کوئی interpret کرنا پڑتا ہے تو عدالت کو ریفرنس تو نہیں کرونگا

obviously I will interpret the Constitution if it concerns my affairs. Similarly, if it is a matter which pertains to the jurisdiction of the President. Now he is not going to the court and say please let me know what is the meaning of this clause. To the extent it concerns that organ, that organ will interpret. But here the question raised by Mr. Javed Jabbar is that a special provision has been incorporated in the Constitution under Article 73 which says :

> "that on a particular matter there is finality attached to the interpretation of a praticular authority."

Normally تو آپ کی بات صحیح ہے ایک مسئلہ جو ہے pertain کرتا ہے

for the exercise of the powers of that authority or organ, you need to interpret the Constitution, you have to do it. There is no escape from that conclusion. But here the matter is the meaning to be given to clauses 4 and 5 of Article 73 which have given finality of interpretation, you might say to a particular organ under the Constitution.

پروفیسر خورشید احمد: میں اس پر آرہا ہوں میں پہلے یہ بات establish کرنا چاہ رہا ہوں یہ اصول درست نہیں ہے ہر ایک کو اپنے اپنے متعین دائرے میں دستور کو interpret کرنا ہے۔

Mr. Chairman: To some extent you are right.

پروفیسر خورشید احمد: لیکن کورٹ آف لاء آخری کورٹ ہے کہاں کس نے ڈلیٹ کیا ہے اور کس نے نہیں کیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ کوئی بھی دراصل omnipotent نہیں ہے ہمارے دستور کے اندر ہر ایک کے اختیارات محدود ہیں اور متعین ہیں اور ہر ایک سے غلطی بھی ہو سکتی ہے اور ہر ایک سے اپنی discretion کے استعمال کے لئے کچھ توقعات ہیں کچھ تقاضے ہیں جو اسے پورے کرنے چاہئیں یہ میری نگاہ میں بڑا اہم پوائنٹ ہے اس لیے کہ جہاں بھی discretion کا استعمال ہوتا ہے آپ اس امر سے واقف ہیں کہ interpretation of statute کے مطابق discretion کوئی absolute discretion نہیں ہے بلکہ discretion subject to laws, rules, norms, spirit in which a thing has been said. اور اس سلسلے میں میں آپ کی توجہ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے اس فیصلے کی طرف مبذول کراؤں گا جو ۲۹ مئی کے Presidential Order کے بارے میں انہوں نے دیا ہے اور انھوں نے وہاں اس معاملے پر بڑی اہم بحث کی ہے وہ یہ کہتے ہیں۔

The court, it was observed, could not in such circumstances stand aside and let the Constitution be flouted. It was added that the discretion of the formation of the opinion had to be based on facts and reasons which are objective realities. The discretion or formation of opinion can not be based on illusions, fancy or whim. The authority, power or discretion were not absolute. The High Court went on to observe ....

سپریم کورٹ quote کر رہی ہے ہائی کورٹ کو

> "If the authority power or discretion were to be free from reason and absolute, it will partake of the omnipotent which is impermissible in a mortal however high he may be."

جناب والا! میں یہ بات پورے ادب سے کہنا چاہتا ہوں کہ سپیکر آف دی قومی اسمبلی ایک بہت ہی محترم شخصیت ہیں By virtue of his office وہ ہمارے لیے بے حد قابل احترام ہیں اور ہرگز یہ ایوان یا اس ایوان کا کوئی رکن اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا ان کے بارے میں کوئی غلط بات کہی جائے اور پھر میں ذاتی طور پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں موجودہ حکومت کے جن چند افراد کی ہم بے حد عزت کرتے ہیں اور انہوں نے قومی زندگی میں اپنا ایک مقام بنایا ہے ان میں محترم معراج خالد صاحب ہیں ہم جو بات بھی کہہ رہے ہیں اس کا تعلق قانون سے ہے ضابطے

سے ہے کسی کی ذات سے نہیں ہے وہ ہمارے لیے بے حد محترم ہیں اسی طرح میری نگاہ میں یہ بات بھی درست نہیں ہے جس کو دو بار بیان کیا گیا کہ ایک امر کا فیصلہ ۲/۳ پارلیمنٹ نے کر لیا پارلیمنٹ کے تین آرگن ہیں صدر، سینیٹ اور نیشنل اسمبلی، اور اس میں سے دو نے حتمی طور پر یہ بات طے کر دی ہے اب تیسرے organ کو آواز نہیں اٹھانی چاہیئے میں پورے ادب سے عرض کروں گا کہ دستور میں ایسا کوئی تصور نہیں ہے کہ ان تینوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا جا سکتا ہو۔ اگر کسی معاملے میں تینوں کا فیصلہ ضروری ہے، تو تینوں کی شرکت ضروری ہے اور اگر تینوں کی شرکت نہیں ہوئی ہے جو صرف ایک نے یا دو نے فیصلہ کر لیا ہے، تو دستور کے تحت وہ فیصلہ صحیح نہیں ہو گا محض یہ کہنا کہ تین میں سے دو نے یہ کام کر لیا ہے صحیح نہیں ہے۔ جس معاملہ میں صرف ان میں سے ایک مجاز ہے کسی فیصلے کا، مثال کے طور پر یہ بات کہ پارلیمنٹ کو کوئی بل واپس بھیجا جائے یہ President کی discretion ہے اس کے لئے اسے کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تو وہاں ۱/۳ بھی کام کر سکتا ہے۔ لیکن اگر وہاں تینوں کا ہونا ضروری ہے تو وہاں تینوں کا ہونا ضروری ہے۔ محض دو تہائی جو ہے وہ کل کے برابر نہیں ہو سکتی۔ مجھے ایک مصرعہ اس پر یاد آیا کہ اگر یہ رویہ اختیار کیا جائے تو پھر حالت یہ ہو گی کہ کسی شاعر نے کہا تھا کہ

ع۔ نام ہے جس کا لبشر اس میں ہے شر دو بٹا تین

تو یہ اپروچ دراصل اختیار نہیں کرنی چاہیئے ہمیں وہ اپروچ اختیار کرنی چاہیئے جو چاہیئے جو قانون اور ضابطے کے مطابق ہے اور اگر یہ بات درست ہے کہ یہ منی بل نہیں ہے تو پھر اس میں تینوں کا شریک ہونا ضروری تھا۔ اور اگر یہ منی بل ہے تو پھر اس میں دو کا شریک ہونا ضروری ہے، پھر وہاں ۲/۳ نہیں بلکہ وہی مکمل فیصلہ کرنے کی اتھارٹی ہے تو اس بنا پر جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ ۲/۳ اور ۱/۳ کی بحث جو ہے یہ irrelevant ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ آیا یہ ایک ایسا قانون تھا جس کا تعلق منی بل سے تھا یا یہ ایک ایسا قانون ہے جس کا تعلق منی بل سے نہیں ہے اس میں جناب والا! میں آپ سے عرض کروں گا کہ قانون کے دو اصول جن کے بارے میں آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں ہمیں ان کو اپلائی کرنا پڑے گا The doctrine of pith and substance جس کے اپلائی کرنے سے متعین کیا جاتا ہے کس قانون کا اصل meaning and character

[Prof. Khurshid Ahmed]

کیا ہے اور آیا وہ fit in ہوتے ہیں کسی خاص مقام پر یا نہیں ہوتے تو The doctrine of Pith and Substance اس کو اگر اپلائی کریں تو آپ یہ دیکھیں گے کہ زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس by any stretch of imagination اس کیٹگری میں نہیں آتا جو منی بل کی کیٹگری ہے۔

دوسرا اصول جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا وہ Constitution Law میں Colourful Legislation کا اصول ہے۔ Colourful Legislation کا اصول وہ ہے کہ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ادارہ، اگر کوئی اتھارٹی، کسی کام کو کرنے کی directly مجاز نہیں تو وہ اس کو indirectly نہیں کر سکتی ہے۔ میری نگاہ میں جو غلطی اس وقت ہوئی ہے وہ Colourful Legislation کی ہے، یعنی ایک چیز جو directly زکوٰۃ اور عشر سے تعلق رکھتی ہے یہ ایک Self-contained area تھا اس کو Indirectly منی بل کا حصہ بنا کر change کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور جناب والا! میں یہاں یہ بات بھی عرض کر دوں گا کہ discretion کے استعمال سے بھی پہلے opinion formation ہوتی ہے اور opinion formation کے لئے ضروری ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ تمام facts کو examine کیا گیا ہے اور opinion facts پر مبنی ہیں۔ سپیکر کی رولنگ کو اس بنا پر تو چیلنج نہیں کیا جا سکتا کہ دستور کے آرٹیکل ۷۳ (۲) کے تحت اسے اس بات کا حق ہے کہ وہ کسی چیز کو منی بل قرار دے اور پھر نیشنل اسمبلی اسے منی بل سمجھ کر کوئی فیصلہ کرے گی۔ لیکن جناب والا! یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ آیا یہ فیصلہ facts پر مبنی ہے یا نہیں۔ میں آپ کو اس کی مثال دوں گا کہ مثلاً Workman's Act اور Workman's Act کے تحت جو لیبر کورٹس ہیں وہ فیصلے کرتی ہیں، لیکن اگر یہ بات کہ ایک شخص workman ہے یا نہیں، یہ matter of fact disputed ہے تو پھر اس فیصلہ کو چیلنج کیا جا سکتا ہے matter of facts کی بنیاد کے اوپر تو میں سپیکر کی رولنگ کو challenge نہیں کر رہا ہوں میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ Colourful Legislation کی غلطی ہوئی ہے ایک ایسی چیز کو جو منی بل نہیں تھا جو money matter نہیں تھا اسے money matter تصور کر لیا گیا ہے۔ اور اس بنا پر یہ مشکل پیش آئی ہے۔

اب آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ دستور میں کہاں اس بات کی گنجائش ہے کہ اسپیکر کے اس

معاملہ کو طے کر لینے کے بعد پھر یہ سوال اٹھایا جائے۔ تو جناب والا! اس معاملے میں پہلے تو میں یہ submit کروں گا کہ آرٹیکل ۷۳ کے تحت، کم از کم میرے فہم کی حد تک، یہ بات کہ یہ سوال اٹھایا جائے کہ آیا یہ مسئلہ منی بل ہے یا نہیں۔ اس پر کسی وقت کی قدغن نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اگر آپ کی یہ بات مان لی جائے تو پھر ان دو کلاز کی افادیت کیا ہے۔ مقصد کیا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی افادیت یہ ہے کہ اس وقت منی بل جو ہے وہ رکے نہیں۔ یہ منی بل کا معاملہ بڑا خصوصی ہوتا ہے اور یہ ہے کہ payments کرنی ہوتی ہیں بجٹ آپ کو جون کے اندر اندر طے کر دینا ہوتا ہے، اور اگر ۳۰ جون تک بجٹ منظور نہ ہو جائے تو حکومت کی مشینری collapse کر سکتی ہے۔ اس بنا پر یہ بات رکھی جاتی ہے کہ گاڑی چلتی رہی لیکن گاڑی چلتی رہنے کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس کی legality پر کبھی غور نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ مسئلہ ہے۔ کام ہوتا رہے گا payments ہوتی رہیں گی یہ Law enforce بھی ہو جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود برابر یہ بات examine کی جائے گی کہ آیا یہ بات legal تھی یا نہیں۔ میری نگاہ میں سب سے پہلا سوال جس پر آپ غور فرمائیں وہ یہ ہے کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ

If any question arises whether a Bill is a Money Bill or not, the decision of the Speaker of the National Assembly thereon shall be final.

لیکن اس میں ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ if any question arises کے کیا معنی ہیں۔ اور آیا اس کے لئے کوئی ٹائم لمٹ ہے یا نہیں۔ میری نگاہ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ بجٹ کی بحث کے دوران اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ آیا یہ منی بل ہے یا نہیں تو سپیکر جو رولنگ دے گا وہ مانی جائے گی۔ اور بجٹ منظور ہو جائے گا۔ اس کے بعد دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی اور ادارہ جس کا کوئی انٹرسٹ اس مسئلہ میں ہو، اگر وہ یہ مسئلہ اٹھائے کہ آیا یہ منی بل ہے یا نہیں، تو اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ تو میں جناب والا! یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سینیٹ اپنا یہ اختیار استعمال کرتے ہوئے کہ ہماری نگاہ میں زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس ایک عام legislation ہے، دستور کے تحت نہ یہ منی بل ہے نہ یہ فنانس بل ہے، اور چونکہ ہمارا اس میں ایک انٹرسٹ ہے، کہ اگر وہ ایک

[Prof. Khurshid Ahmed]

عام لا ہے تو اس کو سینیٹ میں اپنے آخری فیصلے سے پہلے زیر غور آنا چاہیئے۔ اس لئے ہمیں اس بات کا حق ہے کہ ہم کسی بھی اسٹیج کے اوپر یہ سوال اٹھا سکتے ہیں کہ آیا وہ منی بل تھا یا نہیں اور سپیکر duty bound ہے under the Constitution کہ وہ اسکو reconsider کرے۔ آپ جانتے ہیں کہ عدالت کے اندر ایک اصول review کا بھی ہوتا ہے ایک اپیل کا ہوتا ہے بظاہر اس کے اندر اپیل کا کوئی انتظام نہیں، اس لئے سپیکر کی رولنگ فائنل ہے لیکن review کی گنجائش موجود ہے اور affected party

Mr. Chairman: Let us take it logically. Supposing we ca convince the Speaker that this is not a Money Bill.

اب وہ قانون بن چکا ہے۔

The matter has been signed by the President. It is a law so fa unless some courts have set aside. Now if the Speaker come to a different conclusion then what can we do ?

یعنی وہ کیسے کہہ سکے گا کہ میں واپس لیتا ہوں اب قانون ختم ہو گیا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: میں عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے زیادہ قانون سے واقف ہیں کہ اسی دستور کے تحت آپ کے پاس indemnifying powers بھی ہیں، غلطی ہو سکتی ہے۔

جناب چیئرمین: غلطی مان لی۔ Supposing he also is convinced

پروفیسر خورشید احمد: اگر Speaker convince ہو جاتا ہے تو بہت سادہ معاملہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ مسئلہ reopen ہو گا اور reopen ہونے کے بعد یعنی indemnity clause کے تحت اب تک جو کچھ ہو گیا ہو گا اس کو indemnify کر دیا جائے گا۔

Mr. Chairman: How does he undo the law ?

یعنی قانون بن گیا ہے notify ہو گیا ہے چھپ چکا ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: امنڈمنٹ کے ذریعہ قانون بدلتا ہے۔ کوئی مشکل بات نہیں، ہر قانون کو امنڈمنٹ کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔ کوئی ایسا قانون اس آسمان تلے نہیں ہے جس میں amendment ممکن نہ ہو۔ تو جناب والا! پہلی چیز تو میں یہ عرض کروں گا کہ If a question arises کے یہ معنی نہیں ہیں کہ صرف ۳۰ جون سے پہلے پہلے ہی یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ میری نگاہ میں یہ سوال کبھی بھی اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر different party ہے جو affected party ہے، اس کا یہ حق ہے کہ یہ سوال اٹھائے اور سپیکر کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کو review کرے۔

اب جناب! میں آپ کو اس سلسلے میں concrete مثالیں دینا چاہتا ہوں، ایک بڑی اہم کتاب میری نگاہ سے گزری ہے Constitution and Functioning of Rajya Sabha یہ ستیا سری واستوا کی کتاب ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انڈین آئین کے تحت راجیہ سبھا کی کیا پوزیشن ہے اور راجیہ سبھا کی پوری تاریخ جو ہے وہ اس کے اندر discuss کی گئی ہے اور جو مسائل و معاملات انہیں پیش آئے ہیں انہیں اس میں بیان کیا گیا ہے اور مجھے اس میں کئی معاملات ایسے ملے ہیں جو ہماری موجودہ بحث سے بہت relevant ہیں، جنہیں میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو میں یہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جوائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے چیئرمین نے ایک بڑا اچھا فیصلہ کیا اور یہ کہا کہ ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ دونوں ایوانوں کے درمیان باہم غلط فہمی پیدا ہو، تصادم ہو یا common thinking نہ رہے لیکن ایسے معاملات میں بھی ہم کو باہم اعتماد سے چلنا چاہیئے اور وہ راستہ نکالنا چاہیئے جس میں دونوں کی عزت ہو میری approach بھی یہی ہے لیکن میں وہ الفاظ آپ کو سنانا چاہتا ہوں تاکہ آپکے سامنے وہ بیک گراؤنڈ آ جائے جس پر میں بات کر رہا ہوں۔

"We want to maintain the prestige of this House and the other House too. They are parts of the structure of parliament. I do submit that we should find ways and means of the closest cooperation between the two Houses and not try to interpret rules and frame rules which might lead possibly to friction. Each House within the terms laid down in our Constitution is independent. If there is a sense of hostility between the two Houses both suffer as Parliament is an organic whole".

[Prof Khurshid Ahmed]

تو یہ دراصل ہمارے بھی approach ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ انشاءاللہ نیشنل اسمبلی کی approach بھی یہی ہوگی چیئرمین سینیٹ اور سینیٹ کے ارکان اس حیثیت سے بات کر رہے ہیں اور سپیکر اور ارکان اسمبلی بھی اس چیز کو اسی سپرٹ سے لیں گے۔

اب جناب والا! میں دوسری یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کم و بیش ایسے ہی مسائل ہندوستان میں اٹھے اس سلسلے میں مجھے جو سب سے پہلی مثال مل سکی وہ غالباً سنہ 1952ء کی ہے سنہ 1952ء میں یہ صورت حال پیدا ہوئی کہ منی بل وہاں پر صرف originate ہوتا ہے نیشنل اسمبلی میں، لیکن فنانس بل اور باقی دوسرے بل جو ہیں یہ originate ہو سکتے ہیں دونوں ہاؤسز کے اندر، اسی طریقے سے ٹائم جو ہے discussion کا وہ مختلف ہے۔ فنانس بل میں اُن کو زیادہ وقت ملتا ہے اور منی بل میں صرف پندرہ دن ملتے ہیں۔ تو اس بنا پر وہاں یہ مسئلہ پیش آیا۔ خیر

"As the other Financial Bills are not Money Bills the Council (Rajya Sabha) has full powers to amend and reject these Bills as it can do with regard to other non-financial Bills. The financial Bills passed through three readings like any ordinary Bills and in case of a disagreement between the two Houses over such a Bill the dispute may ultimately be settled through a method of joint sitting of the House in accordance with Article 108 of the Constitution".

لیکن ہمارے ہاں یہ جوائنٹ کمیٹی کا تصور نہیں ہے اور ضمناً میں عرض کروں گا جناب والا! کہ آپ بھی اور پارلیمانی معاملات کے وزراء بھی اس بات پر غور فرمائیں کہ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ان دونوں ایوانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے جوائنٹ کمیٹی کا ہم بھی کوئی نہ کوئی اہتمام کریں۔

"It was pointed out by Mr. Kapoor (a Member of the Rajya Sabha) that under the Constitution there is only one matter in respect of which we have very limited rights that is in regard to expenditure. I say limited, Sir, because even in the matter of expenditure, even in the matter of Finance Bills we have certain rights. So far as the Money Bill is concerned, of course, we have practically no rights but so far as Finance Bills are concerned we have rights to the same extent to which we have in respect of any other Bills. So, I submit, Sir, that even in financial matters our jurisdiction has not been absolutely ousted".

اسکے بعد پھر وہ مسئلہ آتا ہے کہ وہ ایشو جس کو کہ سینیٹ نے یا راجیہ سبھا نے یہ سمجھا کہ یہ ایک فنانس بل ہے اور لوک سبھا نے یہ سمجھا کہ وہ منی بل ہے اب کیا کیا جائے

"The question was raised in Lok Sabha in the course of a discussion over the Intér-States Water Disputes Bill, 1985. The Bill had been introduced in the Rajya Sabha and a motion had been passed by this House for reference of the Bill to a Joint Committee of the Houses and recommending to the Lok Sabha to join in the said Committee. The motion of concurrence and the recommendation of the Lok Sabha came before the Lok Sabha on the 29th September, 1955. It was pointed out by a Member that the Bill envisages expenditure from the Consolidated Fund of India and as such affected the provisions of Article 177(I) and could not, therefore, be introduced in Rajya Sabha. Clause 10 of the Bill provided for the remuneration and allowances of certain officials envisaged in the Bill", etc. etc.

بالآخر یہ ہوا کہ

"The Deputy Speaker of the House, i.e. Lok Sabha (Lower House) accepted it to be a Finance Bill and allowed it to be discussed by the Rajya Sabha and proceeded with that".

یہ compromise انہوں نے نکالا، refer کیا اسکو discuss کیا دونوں نے، سپیکر نہیں تھا ڈپٹی سپیکر نے رولنگ دی اور رولنگ کے تحت راجیہ سبھا کو موقع دیا اس بات کا، کہ وہ اس معاملے کو آگے بڑھائیں۔ دوسری مثال اس کے برعکس ہے۔ اس میں صورت حال یہ پیش آئی یعنی ایک دوسرا بل تھا جسکو منی بل قرار دیا راجیہ سبھا نے، لیکن لوک سبھا نے اسکو نہیں مانا، اور اُس وقت پنڈت نہرو پرائم منسٹر تھے اُن کو یہ مسئلہ ریفر کیا گیا اور انہوں نے اسکا حل یہ نکالا، کہ اس معاملے میں راجیہ سبھا کو persuade کیا کہ وہ لوک سبھا کی بات کو مان لے، تو یہ دو cases ہندوستان میں مجھے ملے ہیں جن میں ایک میں راجیہ سبھا کو accommodate کیا گیا اور دوسرے میں لوک سبھا کو accommodate کیا گیا۔ یہ بات درست ہے کہ فنی لحاظ سے اس پر رولنگ فائنل ہے لیکن یہ بات بھی درست ہے میری نگاہ میں، کہ اُس ruling کے بارے میں اگر وہ facts پر مبنی نہیں ہے اگر اس میں Colourful Legislation involved ہے اور اگر دوسرے ہاؤس کے اختیارات مجروح ہو رہے ہوں تو کسی بھی سٹیج کے اوپر یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے اس سوال

[Prof. Khurshid Ahmed]

کے اٹھائے جانے کے بعد سپیکر غور کرے گا اس پر، اور میں یہاں ایک اور مثال بھی دوں گا جو بڑی دلچسپ مثال ہے کہ جس وقت یہ راجیہ سبھا نے چیلنج کیا تو لوک سبھا نے پھر کتنی محنت کی ہے۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ منی بل ہے۔

It is worth looking into.

جناب چیئرمین: یہ کتاب ہماری سینیٹ کی لائبریری میں ہے؟

پروفیسر خورشید احمد: سینیٹ کی لائبریری میں تو نہیں قومی اسمبلی کی لائبریری سے لایا ہوں۔ اور اسی سے مجھے سارا میٹریل ملا ہے۔

جناب چیئرمین: پڑھنے کے بعد اگر یہ کتاب ہمارے پاس چھوڑ دیں تو مہربانی ہو گی۔

پروفیسر خورشید احمد: جی پڑھنے کے بعد میں آپ کو دے دوں گا۔۔۔۔ یعنی میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں جب راجیہ سبھا نے چیلنج کیا کہ یہ منی بل نہیں تو اسکو کتنی اہمیت دی گئی۔

"A similar issue relating to financial procedure was involved in the clash that occurred between the two Houses over the Income Tax Amendment Bill, 1952, during the Budget Session 1953. One important point raised was whether the Speaker of the House of the People could reconsider his decision relating to the certification of a Bill as Money Bill if an objection was raised in the Council of State that a particular Bill certified as such was not actually a Money Bill in the opinion of the Council".

پھر آپ یہ دیکھیے کہ کتنی کوشش کی گئی ہے۔

"In order to set the minds of the Members of the Council at rest on the point that the Speaker certified the Bill as a Money Bill only after thorough deliberation over the matter, Pandit Nehru gave the facts relating to the case and told the Council that when the Indian Income Tax Amendment Bill was first received the Law Ministry advised that the Bill was a Money Bill. It was subsequently referred to the Select Committee and considered by the House of the People on the 23rd April, 1953. The Speaker raised the question himself as to whether the Bill as amended by the Select Committee was a Money Bill and directed that the Law Ministry be approached and asked again to re-examine the position and also to give the grounds on which they thought that the Bill was a Money Bill. The Ministry of Law replied on 24th April, 1953 saying that the Bill as passed by the

Select Committee was a Money Bill and gave reasons for their advice. Thereon the Speaker came to the decision on 25th April, 1953 that the Bill as passed by the House of the People was a Money Bill and later signed the certificate embodying this decision. Thus it was finally established at the end of this controversy that the Speaker's right to certifying a Bill as a Money Bill can never be questioned by the other House and it is only after thorough and fair consideration and after ascertaining the advice of the Law Ministry that the Speaker takes a decision on this point.

تو اس کے جناب دو پہلو ہیں یعنی پہلی چیز یہ ہے جسے میں نے پہلے عرض کیا کہ we do not want to step over anybody's toes لیکن دوسرا یہ بھی ایک facts ہے آیا یہ منی بل ہے یا نہیں؟ اسکو ascertain کرنا ہوگا یہ fact ascertain کرنا ہوگا law ascertain کرنا ہوگا یہ محض summarily decide نہیں کیا جائے گا اور یہی راستہ جب conflict ہوا تو اختیار کیا گیا اور میری نگاہ میں یہی راستہ یہاں بھی اختیار کرنا چاہیئے جناب والا! میری پہلی submission تو یہ ہے کہ دنیا میں اور مقامات پر بھی ایسے مسائل پیدا ہوئے ہیں اور ہمیں ..

in a spirit of understanding in a spirit of doing whatever is right.

(*Azan* for *Maghrab* Prayers)

Mr. Chairman: I think we will meet again at 7.45 p.m. after *Maghrab* prayers.

(The House adjourned for *Maghrab* prayers)

[Prof. Khurshid Ahmed]

[The House re-assembled after interval with Mr. Chairman (Mr. Wasim Sajjad) in the Chair].

جناب چیرمین: میرے خیال میں ابھی پروفیسر صاحب نہیں آئے۔

Mr. Ahmed Mian Soomro: Mr. Chairman, Sir.

Mr. Chairman: Yes, Mr. Ahmed Mian Soomro.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Sir, when any Bill is put there for leave to introduce and being introduced, a copy of the Bill should be given with it. How do we know whether the Bill is fit to be given permission or not ?

Mr. Chairman: You are quite right.

لیکن میرا خیال ہے کہ کاپی دی جاتی ہے جب یہ بل پہلے دن آیا تھا تو کاپی دی گئی تھی۔

I think copies were made available.

Mr. Hasan A. Shaikh: When the leave is granted, Sir, then copies are given.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Usually what they do is that after leave is granted then copies are given but while granting leave we should know what is the Bill.

Mr. Chairman: You want that copies should be given when the Bill is placed on the Orders Of The Day for introduction.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Or before leave is granted.

Mr. Chairman: I think you are right because unless you know what is the Bill how can you decide whether leave should be granted or not.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Exactly, that is my submission because unless you know what is the Bill, how can you decide whether leave should be granted or not.

جناب چیرمین: (سیکرٹری سینیٹ سے مخاطب ہوتے ہوئے) قریشی صاحب، یہ ذرا نوٹ کر لیں کہ

For future guidance, copies should be made available the day the matter is brought on the Orders Of The Day.

پروفیسر صاحب، میرا خیال ہے کہ ذرا مختصر طریقے سے اس کو ختم کریں، کافی لمبی بحث ہوگئی ہے۔

پروفیسر خورشید احمد: میں تو جناب عرض کر رہا تھا کہ اگر یہ ایوان محسوس کرتا ہے کہ جو چیز اس کی jurisidction میں آرہی تھی، اسے کسی بھی غلط فہمی کی بنا پر اس ایوان میں نہیں لایا گیا، اس ایوان میں بل لانے کے لئے جو راستہ اختیار کیا جانا چاہیئے تھا اس کی بجائے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا گیا ہے تو نمبر (۱) یہ کہ وہ سپیکر کو اس بارے میں متوجہ کر سکتا ہے اور کوئی clash لئے بغیر اور کسی قسم کا condemnation کیے بغیر، review کرنے کے بارے میں اس کو یہ دعوت دے سکتا ہے، میری نگاہ میں پہلا راستہ یہ ہے۔

دوسرا راستہ جناب والا! یہ ہے کہ آرٹیکل ۱۸۶ کے تحت صدر سے درخواست کی جائے کہ وہ اس مسئلہ کو سپریم کورٹ میں review/opinion کے لئے بھیجے۔ اس لئے کہ اس معاملے میں سینیٹ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا ایک حق نہیں مل سکا۔

جناب چیئرمین: بجائے کسی اور کو کہنے کے Any Senator can move in the High Court and say that this.......

پروفیسر خورشید احمد: جی میں اسی پر آرہا ہوں۔ سب سے پہلے حق تو آپ کا ہے بحیثیت چیئرمین، کہ اگر آپ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فی الحقیقت سینیٹ کا استحقاق اس معاملے میں مجروح ہوا ہے تو اس کے vires کو چیلنج کیا جائے۔ اور جو راستہ ہے ملک کے قانون اور دستور کے تحت کہ ہم کورٹ کو approach کریں اور وہ ان معاملات کو طے کر دے اور اس سلسلے میں ایک نہیں کئی مثالیں موجود ہیں جن میں مختلف مواقع کے اوپر سپیکر کی رولنگ کے اوپر یا اس نوعیت کے کسی فیصلے کو یعنی vires کے basis کے اوپر چیلنج کیا گیا ہے یعنی یہ جو میں نے ابھی کتاب آپکو پیش کی اس میں کم از کم دس پندرہ cases تو Seervai کے اندر Centre & Province کے اور اسی قسم کے cases ہیں کہ جہاں پر confused jurisdiction تھی اور کچھ معاملات ایسے ہیں کہ جس میں سپیکر کی رولنگ کو کچھ دوسری وجوہ کی بنا پر چیلنج کیا گیا ہے اس میں سب سے اہم کیس جو ہے وہ پنجاب کا ہے اور جس میں وہ سپریم کورٹ تک گیا ہے، ایک کیس آپ کو معلوم ہے الٰہ آباد کا ہے کہ جس میں ہائی کورٹ اور سپیکر کے درمیان کشمکش شروع ہوگئی تھی اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف writ move کرتے رہے اور بالآخر سپریم کورٹ نے اس کا بعیر

[Prof. Khurshid Ahmed]

فیصلہ کیا اور اس سے ہٹ کر کے بھی کئی ایسے موجود ہیں کہ اس میں ہائی کورٹ میں گئے ہیں یہ کام کرنے کے لئے، ایک چوتھا راستہ بھی ہے لیکن وہ راستہ اختیار کرنے کے لئے میں آپ کو مشورہ نہیں دیتا اور وہ راستہ ہے جو آج سے بہت پہلے House of Lords نے House of Commons کے سلسلے میں اختیار کیا تھا۔ اور غالباً May نے، page 185 پر ہے اگر مجھے صحیح یاد ہے quote کیا ہے لیکن میری نگاہ میں وہ صحیح راستہ نہیں ہے، اور صحیح راستہ یہی ہے کہ ہم amicably اس کا حل نکالیں لیکن اس پر compromise نہ کریں۔ اس لئے کہ ایک بنیادی مسئلہ ہے اس ایوان کا یہ حق ہے کہ جن معاملات میں قانون سازی اسکے سامنے آنی چاہیے کسی back door سے کوئی بھی طریقہ اختیار کر کے کوئی بھی فرد یا ایوان ہو ہم اسے یہ حق نہیں دے سکتے کہ وہ، وہ راستہ اختیار کرے لیکن دوسری طرف ہم یہ بھی نہیں چاہتے کسی قسم کا bad blood ہو کسی قسم کی bickerrings ہوں اس لئے میں جناب والا! اس بات کی سفارش کروں گا کہ آپ سب سے پہلے تو اس کیس کے تمام حقائق کو سامنے رکھ کر کے اپنی رائے قائم کریں اور جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اس سے پہلے جتنی quotations میں نے دی ہیں ان سب کی فوٹو کاپی نکلوائی ہیں اور آج موجود ہیں ان کی میں فوٹو کاپی نکلوا کر آپ کو دے دوں گا تا کہ آپ ان کو properly examine کر لیں۔

دوسری بات آپ نے دیکھا ہوگا کہ کم از کم میں نے وہ راستہ اختیار نہیں کیا جو عدالتوں میں بالعموم وکلاء اختیار کرتے ہیں، کہ ایک سائیڈ کو پیش کیا اور دوسری کو نظر انداز کر دیا میں نے دونوں باتیں آپکے سامنے رکھ دی ہیں کہ کیا چیز ممکن ہے اور کیا چیز ممکن نہیں ہے۔ اور کس میں ہمارے خلاف precedent ہے اور کس میں ہمارے حق میں precedent ہے۔ لیکن میری کوشش یہ ہے کہ اصل مسئلے کو ہم minimize نہ کریں۔ اور پھر یہ تین حل میری نگاہ میں موجود ہیں۔ یعنی چوتھا حل جو تھا کہ ایک ایوان دوسرے ایوان کے خلاف کوئی اقدام کرے۔ میں اسکے حق میں نہیں ہوں۔ لیکن جیسا میں نے عرض کیا ہے کہ May's Parliamentary Practice page 186 - پر یہ کیس موجود ہے اس میں House of Lords نے House of Commons کے خلاف اقدام کیا ہے اور سپیکر کی گرفتاری کا حکم دیا ہے لیکن میری نگاہ میں وہ ایک بالکل غلط راستہ ہے اور دنیا اس سے بہت آگے جا چکی ہے۔ ۔ ۔

— *(interruptions)*

پروفیسر خورشید احمد: لیکن میں اس پر بحث نہیں کر رہا judicial powers ہمارے

پاس بھی ہے۔ لیکن میری reading یہ ہے کہ ہمارے پاس powers ہیں لیکن اس طرف نہیں۔ ہم اگر کسی فرد کے خلاف استعمال کرنا چاہیں تو بے شک یہ ہاؤس استعمال کر سکتا ہے۔

دوسری بات جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اور جناب سپیکر ایک ایسی meeting کریں جس میں وہ تمام معاملات کہ جو common concern ہیں دونوں ہاؤسز کا، اسکے بارے میں ایک protocal کریں اور ممکن ہو تو ایک joint commitee بنائیں۔ تاکہ ہم ان چیزوں کو زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ حل کر سکیں اس کے بعد تینوں alternative جو آپ کے سامنے رکھے ہیں پہلا یہ کہ officially Chairman Senate review کے لئے Speaker National Assembly کو متوجہ کرے دوسرا جناب چیئرمین یہ کہ President of Pakistan کو ہم سینیٹ کی طرف سے ایک درخواست کریں کہ سینیٹ اس معاملے میں یہ محسوس کرتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ عدالت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ ہم صدر سے یہ request کریں گے کہ وہ آرٹیکل 186 کے تحت سپریم کورٹ سے اس مسئلہ پر ریفرنس کرے۔ اور نمبر تین اگر ان دو میں سے کوئی راستہ اختیار نہیں کیا جاتا ہے تو پھر چیئرمین سینیٹ کی حیثیت سے آپ یا کوئی بھی سینیٹر یا میری ناچیز رائے میں ہر وہ شخص جو زکواۃ دیتا ہے وہ بھی aggrieved party ہے اس لئے کہ نظام پورا بدل گیا ہے تو اس کا ایک *locus standi* ہے اور اس بنیاد کے اوپر وہ بھی ہائی کورٹ میں جا سکتا ہے اور اس معاملے کو لازماً عدالت میں لایا جائے تاکہ قانون و دستور کے تحت جو راستے relief کے ہیں انہیں ہم اختیار کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی سومرو صاحب۔

Mr. Ahmed Mian Soomro: Sir, I would only bring one thing to the notice of the Government that it is right that whatever certificate the Speaker has given under Article 73 of the Constitution that is final and has attained finality. The question whether it was right or wrong we are just discussing that. I would put one simple question to the Government that supposing this House wanted to introduce a Bill to amend the Zakat and Ushr Ordinance, I am sure, no doubt that it is competent to bring a Bill to amend Zakat and

[Mr. Ahmed Mian Soomro]

Ushr Ordinance which is just an Ordinance including what they have amended in the Finance Act, if that can be undone by a Bill originating even in this House. Ordinarily a Money Bill is one which we cannot deal with, this aspect may please be seen. And this wrong was committed in my humble opinion once in the Junejo's Government and this is the second time when this House is being deprived of its powers. Therefore, two wrongs don't make a third one right. They were also in my humble opinion wrong. But the question as rightly observed by you is what is as to the remedy having done it. The Speaker's certificate having attained finality. The only remedy in my humble opinion is that once for all we should get this decided under Article 186 by the Supreme Court and only the President can do that under Article 186 of the Constitution to get the opinion of the Supreme Court; so that once for all this matter is cleared and no government whichever may come or the present government should try in the cover of Finance Act to usurp the powers of the Senate by introducing amendments in laws other than those imposing tax. Thank you, Sir.

Mr. Chairman: Thank you. On behalf of the government جناب جاوید جبار صاحب آپ wind up کریں گے یا ڈاکٹر صاحب؟

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, Dr. Sher Afgan wants to make a few points before I respond.

Mr. Chairman: Yes, Dr. Sher Afgan Sahib.

ڈاکٹر شیر افگن خاں نیازی: جناب چیئرمین! میں پارلیمانی روایات کے ضمن میں کچھ گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔ پروفیسر صاحب نے سیر حاصل بحث کی ہے اور انہوں نے کوشش فرمائی ہے کہ اس مسئلہ کو کسی طریقہ سے چاہے وہ consensus سے چاہے آپ کی بداخلت سے چاہے صدر صاحب یا سپریم کورٹ کی وساطت سے حل کیا جائے تاکہ آئندہ جیساکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ۔ قومی اسمبلی اور سینیٹ ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں اور ان کا آپس میں اتفاق ہماری قوم اور ملک کے لیے سود مند ہے اس میں چند پہلو ایسے ہیں جو میں اس معزز ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ منی بل جو اس بجٹ کے ضمن میں پاس کیا گیا ہے اور جس پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں سیکشن۔ ۹ جو عشر زکواۃ آرڈیننس کے ضمن میں تھا جس میں ترمیم کی گئی وہ منی بل کا حصہ نہیں بنتا تھا جس کو جناب

سپیکر نے باضابطہ طور پر آرٹیکل 73(4) کے تحت تصدیق کیا اور اسکی تصدیق کیا حتمی ہے؟ سوال یہ ہے کہ کیا اسکو کسی فورم پر چیلنج کیا جاسکتا ہے؟ یا اسکے vires کے بارے میں کچھ کہا جاسکتا ہے یا یہ معزز ایوان جو ہے مجاز ہے اسکی validity کو چیک کرنے کا؟

پہلا پوائنٹ یہ ہے میرا، کہ جناب چیئرمین! بنیادی طور پر اس ہاؤس کی بھی کوئی proceedings اور قومی اسمبلی کے ہاؤس کی بھی کوئی proceedings کسی حالت میں چیلنج نہیں ہو سکتی اور یہ آرٹیکل 69 (1) ہے۔ جو fully protect کرتا ہے اور اس ضمن میں آپ

کے رولز آف پروسیجر کا ۲۱۵ رول ہے اور اسی طریقے سے ایک provision National Assembly کے رولز آف پروسیجر میں موجود ہے۔ نہ صرف عدالتی تحفظ اسے حاصل ہے بلکہ کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جاسکتی اور بنیادی طور پر قومی اسمبلی یا سینیٹ کی کوئی بھی پروسیڈنگز چاہے اس میں irregularity ہی کیوں نہ ہو کسی حالت میں چیلنج نہیں کی جاسکتی پہلا نکتہ میرا یہ ہے۔

دوسری بات جو میں کرنا چاہتا تھا پروفیسر صاحب نے یہ بات کہی ہے کہ یہ معزز ایوان اور قومی اسمبلی دونوں مجاز ہیں بلکہ صدر مملکت ممبر صاحبان آپ اور جناب سپیکر آئین کی تشریح کر سکتے ہیں تو اس سے بھی میں اتفاق نہیں کرتا اور آپ ہی کے رولز آف پروسیجر میں اور قومی اسمبلی کے رولز آف پروسیجر میں دو پروویژنز ہیں اور بہت کلیئر ہیں رول ۲۱۶ آپ کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ اگر کسی قسم کی آپ کی صوابدید یا جناب سپیکر قومی اسمبلی کی صوابدید کا جہاں تک دستور کے ضمن میں تشریح کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ صرف ان آرٹیکلز کو آپ ٹچ کر سکتے ہیں جو بزنس سے concerning ہیں اس سے beyond یہاں پر کسی اور طاقت کا ذکر نہیں ہے جس وجہ سے آئین کی تشریح اور حتمی تشریح تمام دوسرے ضمن میں صرف اور صرف superior courts کا حق ہے اور میں اتفاق نہیں کرتا پروفیسر صاحب سے۔

جناب چیئرمین: وہ تو صحیح ہے۔ آپ کی بات سے میں اتفاق کرتا ہوں لیکن کئی دفعہ آئین کی تشریح ضروری ہو جاتی ہے ایوان کے بزنس کی خاطر، اس کو چلانے کے لیے سوال اٹھ جاتا ہے، مثلاً یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس سے ایوان کا استحقاق کس حد تک مجروح ہوا ہے یا تو abstract question ہو جس طرح کہ ہمارے چیئرمین کی رولنگ ہے ۲۹ مئی کے فیصلے پر۔ انہوں نے کہا

[Mr. Chairman]

ہے کہ یہ آئین کی interpretation کا سوال ہے اور سینیٹ کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اسے intepret کرے۔ لیکن کئی دفعہ ایسا مسئلہ آجاتا ہے

Supposing a matter is brought before me for interpretation in connection with the business of the House.

تو اس میں اگر میں interpretation نہ کروں تو کون کرے گا؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: تو جناب والا! اس میں صاف ظاہر ہے۔ لکھا ہوا ہے اسی طریقے سے ۲۱۵ اور ۲۴۲ رولز ہیں۔ قومی اسمبلی کے رولز آف پروسیجر کا رول ہے ۲۴۲ اور سینیٹ کا رول ہے ۲۱۶ اس میں کلیئر کٹ یہ بات ہے کہ جو چیز اس کاروبار یا اس بزنس سے منسلک ہو اور اس ضمن میں آپ کو کوئی وقت پیش آجائے اور اس کے کنسرن میں، مثال کے طور پر کورم کی بات ہے آرٹیکل ۵۵ ہے آرٹیکل ۵۷ ہے آرٹیکل ۶۶ ہے آرٹیکل ۶۹ ہے تو رولز آف پروسیجر میں یہ incorporated ہے through the rules اس کے ضمن میں جناب والا! کہ آپ اس کو interpret فرمائیں گے۔ جو بھی concerning ہو۔ جہاں تک دوسرے آرٹیکلز کا تعلق ہے وہاں نہیں کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر جناب کے پاس cognizance لینے کی طاقت ہوتی jurisdiction کہیں دی گئی ہوتی آئین میں یا رولز آف پروسیجر میں

Other than the Articles commanding the business of the House then you could go into the interpretation of any provision of the Constitution.

یہاں prohibit کر دیا گیا ہے کہ آپ concerning business کے آرٹیکل کی۔ interrpretation فرما سکتے ہیں۔ اسی طریقے سے جناب سپیکر کو بھی طاقت ہے اور واحد یہ دو chairs ہیں جنہیں interpretation کرنے کی طاقت ہے کورٹس کے علاوہ بقیہ صدر مملکت کو یا ممبران سینیٹ یا قومی اسمبلی کو قطعاً اس میں کوئی گنجائش نہیں دی گئی اور پارلیمانی روایات میں کہیں مثال نہیں ملتی کہ جہاں دستوری provisions کی یا دستور کی دفعات کی یا اس کی ذیلی دفعات کی وہ تشریح کرنے کی طاقت رکھتے ہوں ماسوائے superior courts کے۔

اب ایک مسئلہ 'منی بل' کا ہے کہ سینیٹ کو پارلیمانی روایات سے اس پر بحث کا حق ملنا چاہیے یہ

عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: وہ تو relevant نہیں ہے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ ملنا چاہئیے وہ کوئی نہ دے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: اس میں بھی میں اتفاق کرتا ہوں لیکن اس کی ایک وجہ ہے۔ کیونکہ پروفیسر صاحب نے ایک بات فرمائی ہے کہ House of Loards میں یہ بل وغیرہ جاتے ہیں وہاں پر بیہر place ہوتے ہیں۔ اور اس میں دو چیزیں انہوں نے اپنے طور پر کلیئر نہیں فرمائیں۔ ایک بات میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہاں سول پاور جو ہے وہ House of Commons کے پاس ہے جس کی مثال میں آپ کو دے سکتا ہوں۔

جناب چیئرمین: وہ صحیح ہے۔ دیکھیں نا انڈیا میں یہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: انڈیا میں بھی جناب یہی ہے۔

جناب چیئرمین: انڈیا میں یہ ہوتا ہے کہ جب منی بل پاس ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ راجیہ سبھا میں بھیجا جاتا ہے۔ راجیہ سبھا کو اختیار ہے کہ چودہ یا پندرہ دن کے اندر غالباً چودہ دن ہیں یا پندرہ دن اس پر کوئی recommendation کرنا چاہیں تو کردیں۔ اگر وہ recommendation نہیں کرتے تو بل اسی صورت میں پاس ہو جائے گا جس صورت میں لوک سبھا نے بھیجا ہے۔ اگر وہ recommendation کرتے ہیں تو لوک سبھا کا اختیار ہے کہ وہ کہے کہ ہم مانتے ہیں، نہیں مانتے۔ امریکن کانگرس میں سینیٹ کو اختیارات زیادہ ہیں میرے خیال میں ان کو almost equal powers ہیں to the Houses of Representatives جو آسٹریلین سینیٹ ہے اس کو بھی اختیارات ہیں کچھ extent ہیں اس کے financial powers کا پتہ نہیں لیکن ہر ملک کا اپنا ایک نظام ہے۔ اس میں اگر کوئی کہتا ہے کہ جی یہ ہونا چاہیے تو آپ کی مرضی ہے سینیٹرز کی، آپ چاہیں تو کریں، نہ کریں تو نہ کریں یہ تو ایک suggestion ہے۔ اس کا کوئی بحث سے تعلق نہیں ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب پروفیسر صاحب نوٹ فرما لیں تو
every thing is clear in paragraph 9.

جناب چیئرمین: یہ کون سی کتاب ہے جی؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: یہ ایس ایس مور کی ہے۔

Practice and Procedure of Indian Parliament

اس میں صفحہ ۱۲۸ - اس میں یہ کلیئر کٹ لکھا ہوا ہے۔

under the title special privileges of Lower House!

جس میں منی بل basic ہے۔ اور اس میں House of Commons کا بھی ہے۔

لوک سبھا کا Money Bill is the sole privilege of that House

simple procedure ہے۔

that it is put for the information of Rajya Sabha.

جناب چیئرمین: نہیں راجیہ سبھا میں جاتا ہے۔ راجیہ سبھا میں یہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: راجیہ سبھا میں تو سمپلی یہ پیپر پاس ہونے کے بعد جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: میں آپ کو بتاتا ہوں کہ راجیہ سبھا میں کیا پوزیشن ہے۔
گو اس کا اس سے براہ راست تعلق نہیں ہے لیکن I think انڈیا میں پروسیجر ہے

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: اس میں ہے جناب، یہ سارا میں پڑھ دیتا ہوں
the relevant paragraph.

جناب چیئرمین: جی پڑھ دیں۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: According to the Parliament Act of 1911, a Money Bill can only be introduced in the House of Commons and the House of Lords (it is of British Parliament) is debarred from rejecting or amending such Money Bills.

Mr. Chairman: It is in the Kaul at page 446;

A Money Bill can be introduced only in Lok Sabha. After it has been passed by Lok Sabha, it is transmitted to Rajya

Sabha for its recommendations and that House is within a period of 14 days from the date of receipt of the Bill required to return the Bill to Lok Sabha with its recommendations, if any. Lok Sabha may either accept or reject all or any of the recommendations made by Rajya Sabha. If Lok Sabha accepts any of the recommendations made by the Rajya Sabha, the Bill is deemed to have been passed by both the Houses with the amendments recommended by Rajya Sabha and accepted by Lok Sabha. If Lok Sabha does not accept any of the recommendations of the Rajya Sabha, the Money Bill is deemed to have been passed by both the Houses of Parliament in the form in which it was passed by the Lok Sabha without any of the amendments recommended by the Rajya Sabha.

تو انہوں نے یہ رکھا ہے کہ راجیہ سبھا کو inte ference کا اختیار نہیں ہے چودہ دن کے اندر recommendation وہ کر سکتے ہیں اس recommendation کو مرضی ہے لوک سبھا مانے یا نہ مانے، مان لے تو وہ تصور ہوگا کہ دونوں ایوانوں نے کیا ہے نہ مانے تب بھی تصور ہوگا کہ دونوں ایوانوں نے پاس کر دیا ہے۔ یہ پوزیشن ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب والا! اس میں ایک فرق بھی ہے۔ constitutional language میں بھی اس کا فرق ہے۔ اور دوسری بات ہے رولز آف پروسیجر میں بھی فرق ہے۔ ہمارا رولز آف پروسیجر different ہے۔ اب اس میں، میں تیسری بات جو گزارش کرنا چاہتا ہوں بنیادی طور پر کہ آرٹیکل ۷۳ میں کوئی ambiguity نہیں ہے اس میں کلیئر کٹ ہے کہ شروع ہی سے کلاز (۱) میں ہے کہ Notwithstanding anything contained in Article 70 اس کے باوجود کوئی بل۔ لیکن منی بل جو ہے وہ یقینی طور پر صرف قومی اسمبلی میں originate کرے گا۔ وہ پاس کرے گی اور with the assent of the President that shall become Act of Parliament under Article 260.

تو اس کے بعد اگر اس کی کلاز ۲ آپ دیکھیں تو اس میں بہت کلیئر کٹ بات ہے کہ اس میں کلاز ۲ میں سب کلاز ای اور جی اگر آپ پڑھیں۔ تو آپ کو محسوس ہوگا، آرٹیکل ۷۸ کا کلاز (۲) جو چیز further clarify اسے کر دیتا ہے Money received

[Dr. Sher Afgan Khan Niazi]

in the public account of the Federation جس کے بارے میں جناب جاوید
جبار صاحب اس کے ہیڈ وغیرہ تمام دے چکے ہیں اور وہ clearcut ہو چکا ہے کہ
یہ رقم جو آ رہی ہے جس شکل میں ۔۔ جیسا کہ یہ controversy بھی اس میں نہیں ہے
کہ وہ ٹیکس ہے یا نہیں ہے - Money received from and to in the public
account of the Federation اس میں یہ discerning نہیں ہے کہ یہاں پر
وہ ٹیکس نہیں ہے یا کچھ ہے تو اس میں بات یہ ہے جو پارلیمانی پریکٹس کی رو سے میں
آپ سے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں بنیادی چیز یہ ہے کہ اگر آپ ایم این کول کو
اٹھا کر دیکھیں تو یہ مسئلہ واقعتاً وہاں انڈیا میں بھی آیا اگر آپ صفحہ نمبر ۲۴۴ ملاحظہ
فرمائیں ۲۴۴ سے یہ دوسرا پیراگراف بنتا ہے Implications of
the Leading Terms اس کے اندر میں اس پیراگرف کو distinction سے
پڑھنا شروع کرتا ہوں اس سے clarification ہونی شروع ہو جائے گی

A distinction has to be made between the terms imposition and dealing with the imposition

چونکہ لفظ dealing with all or any لکھا ہوا ہے ہمارے آرٹیکل میں بھی

And this is a very important technical term whereas the imposition may mean rate, field and area of tax. The term dealing with imposition is comprehensive in meaning to include matters directly connected with collection of tax such as machinery and procedure of collection, provision for representation, appeals, etc. The term regulation used in the Indian Constitution is still wider in its import and the same has been used in the Article 73, sub-clause (a) says:

"It envisages a complete scheme to give effect to the imposition, alteration, remission or abolition of a tax." To regulate means in the ordinary dictionary to prescribe and in relation to a tax."

It means, therefore, to prescribe all matters connected with that tax.

اب دوسرا پیراگراف شروع ہوتا ہے

In addition to this comprehensive term there is further a provision in Article 110 and it is equal to Article 73 and

other matters which may be incidental. If we look into Article 73, there is (g) which prescribes the same wording in that very sub-clause 'incidental'. In 3(b) to the imposition and regulation of tax may also be deemed to come within the definition of a Money Bill.

Thus the Article taken as a whole, is comprehensive enough to include not merely the rates, area and field of tax but also complete machinery of assessment, appeals, revision. etc. It is in this light that Finance Bill which in addition to the rates contained provision regarding machinery for collection etc. have been certified as Money Bill.

اب اسی پر گر (page 444) Speaker Maver Linker has observed
as follows: یہ پیراگراف جناب اگر پڑھیں اور اس کا دوسرا پیراگراف
تو اس میں مفہوم بالکل clear ہو جاتا ہے کہ اگر آپ کے پاس ایک ایکٹ
ہے اس میں ممکنہ ٹیکس کے ضمن میں دو سیکشن ہیں اس میں originally
جب آپ اس کو اٹھا کر دیکھیں گے تو اس میں ایک سو سیکشن ہو سکتے ہیں اور اس
میں ۹۸ سیکشنز اس کی مشینری کے بارے میں ہو سکتے ہیں اس کی اپیل کے
بارے میں ہو سکتے ہیں review کے بارے میں ہو سکتے ہیں officers
کے بارے میں ہو سکتے ہیں تو بنیادی طور پر جو اس کی mechanism سے
It shall be taken as بات ہو گی جب اسے لایا جائے گا تو oncern g
clearcut اس میں par the Money B and shall be certifie
ہے یہ Maver Linker کی انہوں نے *prima facie* observation
دی ہے اور in detail discus کیا ہے ;
اب تیسرا پوائنٹ یہ تھا کہ جناب سپیکر نے جو certification کی ہے اس کی
کہ یہ Money Bill ہے کیا اس کو چیلنج کیا جا سکتا ہے کیا اس کی vires
کسی اور فورم پر چیلنج کیا جا سکتا ہے اور اگر اس کو چیلنج کو دیا جائے اور اس کو
void قرار دے دیا جائے تو اس کے اثرات کیا ہوں گے یا کون سا وہ فورم
ہے جو اس کو چیلنج کر سکتا ہے کیا سینیٹ میں اس کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے میں
آپ کی توجہ اسی کتاب کے صفحہ ۴۴۴ کی طرف دلاؤں گا

[Dr Sher Afgan Khan Niazi]

جیسا کہ ہمارے محترم سینیٹر پروفیسر خورشید صاحب نے بھی کئی مثالیں دی تھیں۔
اسی طریقہ سے میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں یہ آخری پیراگراف ہے

In 1953, a point arose in Rajya Sabha over the categorization as a Money Bill of the Indian Income Tax (Amendment) Bill, 1952, as reported by the Select Committee where the Bill had undergone and the matter was eventually resolved when the Prime Minister made it clear that the Speaker's authority is final in declaring that a Bill is a Money Bill. The Speaker's certificate when given cannot be challenged, and the Speaker has no obligation to consult anyone in coming to a decision

جیسا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ وزارت قانون سے وہ کنسلٹ کریں فلاں سے کریں یہ کریں۔ This is the sole discretionary power of the Speaker under Article اور کلا رہا ہے جس کو کسی قیمت پر کوئی آدمی چیلنج نہیں کر سکتا جب اس کی سرٹیفیکیشن ہو جائے کہ یہ منی بل ہے - میری گزارش یہ ہے کہ جو تصدیق ایک دفعہ جناب سپیکر کر دیں کہ یہ بل Money Bill ہے تو اس کے بعد اس کو کسی فورم پر کسی طریقہ کار سے کسی جگہ پر چیلنج نہیں کیا جا سکتا کہ وہ Money Bill ہے یا نہیں اس لیے جو کچھ انہوں نے کر دیا ہے وہ فائنل ہے اس پر کسی طرح سے نہ ہم review کر سکتے ہیں نہ review کی درخواست کر سکتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آرٹیکل ۶۹ اسی لیے ہے اور یہ رول ۲۱۵ سینیٹ میں ہے جو اسمبلی کے رولز آف پروسیجر کے رول کے equivalent ہے تاکہ کسی قسم کا dispute پیدا نہ ہو جیسا کہ پروفیسر صاحب فرما رہے تھے کہ ہم idemnification کر سکتے ہیں اور طریقہ کار انہوں نے سابقہ روایات میں بھی مثالیں دیں اور پھر اس آرڈیننس کے جواز کے بارے میں یا اس میں ترمیم کرنے کے بارے میں بھی فرما رہے تھے جناب چیئرمین آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ ۱۹۷۹ میں مارشل لاء موجود تھا۔

The Chief Martial Law Administrator was functioning as an appropriate legislature. He was functioning as a President. He was functioning all. He was giving everything in his personal capacity.

اور وہاں پر ۱۹۸۳ میں ہوا ۱۹۸۴ میں ہوا ۱۹۸۵ میں ہوا تو بنیادی طور پر یہ اس وقت تینوں components میں سے میرے خیال کے مطابق ایک بھی موجود میں نہیں تھا کیونکہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اس وقت کے مطابق

Proclai... of Martial Law, 1977 was superior to the President of Pakistan. Whatsoever has been done it was a Martial Law Order. This Ordinance was given to the nation and was amended even by him. It was done in the capacity of Chief Martial Law Administrator.

اور وہ کسی اور حیثیت میں نہیں تھا اس وجہ سے اب جبکہ ۱۹۸۵ کے بعد بات آئی اسمبلی constitute ہو گئی تو اس کو باضابطہ طور پر یہ دیکھا گیا اور اسی کو اس میں Money Bill کی شکل میں amendment لائی گئی کیونکہ انہیں یہ اچھی طرح پتہ تھا کہ پہلے جو ہے۔

اب ایک بات پروفیسر صاحب نے کی ہے وہ بڑی سوچنے کی ہے کہ ۱۹۶۱ میں بھی جناب Ordinance enactment notification by-laws adopt ہوئے اور وہ validation indemnification کا حصہ بنے ان کی Common Law ہوئی ان میں اور ۱۹۷۳ میں یہ دو چیزیں تھیں جو انہوں نے کوٹ کیں اور اس سے میں اختلاف کرتا ہوں ان میں اور اس میں زمین اور آسمان کا فرق تھا ۱۹۸۵ میں ۱۹۶۲ میں اور ۱۹۷۲ میں پہلے مارشل لاء اٹھایا گیا اسمبلی نے کام کیا validation یا indemnification کے بارے میں آپ کے نوٹس میں ہے کہ ۱۶۹ اور ۲۷۰ آرٹیکل اگر آپ پڑھیں ان کی زبان اور ہے ان کا مزاج اور ہے اور ان کی حافت اور ہے لیکن ۱۷۰-اے یا جیسے ہم آٹھواں ترمیمی بل کہتے ہیں اس کی vires different ہے اس وقت مارشل لاء on تھا

Chief Martial Law Administrator was functioning, proclamation of Martial law of 5th July, 1977 was there. Provisional Constitution Order was operative. They were all in and then the thing was brought on the floor of the National Assembly and the Senate. That is why I say clearly on the floor that every thing done

[Dr. Sher Afgan Khan Niazi]

uptil 30th of December, 1985 were all Martial Law Orders. They had got no validity because under coercion it was done. The Martial Law was on, the Chief Martial Law Administrator was supreme and the President was underneath. That is quite clear. Therefore, it differs as a law from that.

Now, I can say with clarity that this amendment which has been brought in Zakat and Ushr Ordinance is correct and really certified by the Speaker, valid, non-challengeable. The way which has been advised by the honourable Senator is to create a fuss. The whole thing will collapse. Indemnification? How can it be brought on the floor of the National Assembly or the Senate. In what way? Therefore, Sir, I will request that the issue which has been brought in the form of a privilege motion, I will duly request. it is just to create a problem. It is not to create a good example or to enhance and support the institution.

ان کی اگر یہ بات ہوتی کہ ہم ادارے مضبوط کر رہے ہیں ہم جمہوریت کا مرتبہ اور مقام بڑھا رہے ہیں تو میں یقیناً اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ پروفیسر صاحب درست ہیں ہم ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں ہمیں اسے چیلنج کرنا چاہیے وہ غلط ہے۔

It was a real Money Bill and this section which has been amended has been done correctly and the certification of the honourable Speaker was absolutely correct. It should not be challenged. It should not be made a matter of privilege motion and it should not be made a matter of prestige.

Mr. Chairman: Just one clarification. You have referred to Article 73(e). The Government position is, and I think the position of the House also is that it is not a tax. I think this is accepted by everybody that it is not a tax. Now, if it is not a tax then it does not come under Article (2)(a). Article 73 (2) says:

> "For the purposes of this Chapter, a Bill or amendment shall be deemed to be a Money Bill if it contains provisions dealing with all or any of the following matters, namely:-
>
> اس میں اے ہے
>
> (a) the imposition, abolition, remission, alteration or regulation of any tax;"

That means that it does not come under (a)

(a) میں نہیں آتا۔ ٹیکس نہیں ہے تو اس میں نہیں آتا۔ (بی) میں نہیں آتا

because (b) talks of borrowing money by the Federal Government

اس میں نہیں آتا - (سی) میں نہیں آتا۔

(c) deals with the custody of the Federal Consolidated Fund.
اس میں نہیں آتا - ڈی) میں نہیں آتا ۔

(d) imposition of a charge upon the Federal Consolidated Fund.
اب آپ (ای) دیکھیں - (ای) کہتا ہے۔

(e) receipt of moneys on account of the Public Accounts of the Federation.

آپ کا فرمانا یہ ہے کہ یہ پبلک اکاؤنٹس آتا ہے اور یہ آپ نے صحیح فرمایا کہ اگر پبلک اکاؤنٹ میں آتا ہے۔

If it is a part of the Public Account then it is not necessary that it should be a tax etc. Any money received is under it. Now Public Account has been defined under Article 78(2) which says, "All other moneys received by or on behalf of the Federal Government".

Now the question is, (this money) whether it is received on behalf of the Federal Government or not ? Because the Federal Government has no right to use this money in any way. Federal Government is only a trustee because this money comes to the Federal Government for a particular purpose which is laid down in the Holy Quran The rate of this money is fixed. The Federal Government cannot use it except for the purposes sanctioned by Islam So, how can you say that this money has been received by or on behalf of the Federal Government. It is received on behalf of, let us say, the people to whom it is given. It is a trust. Kindly also find out if you can give me this information. I am going to reserve ruling on this today, that in the accounts of the State Bank is this mentioned under the head of Public Account or is it mentioned under a separate head in the State Bank Account.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: It has been mentioned and every thing has to be and Mr. Javed Jabbar will clarify this.

جناب چیئرمین : جاوید صاحب بھی دیکھ لیں گے آپ بھی دیکھ لیں - مجھے کسی نے بتایا ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : بات یہ ہے کہ اب اگر آپ اسی دو کو clearly پڑھیں تو

"Moneys received by or on behalf of the Federal Government" It is quite clear that it is on behalf of the Federal Government.

It is on behalf of the Federal Government. آپ تو مانتے ہیں کہ

—

جناب چیئرمین: مگر کس طرح یہی تو پوچھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: بڑی آسان سی بات ہے یہ جو آرڈیننس ہے یہ خود بتلاتا ہے یہ سنٹرل central statute ہے۔ میں عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: statute تو ہے میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں supposing میں وصول کرتا ہوں on behalf of somebody else

Supposing I am just an agent to receive it.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: That is a Central Account.

Mr. Chairman: In that sense I will be receiving on behalf of somebody.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Then you will be the agent of the Federal Government.

Mr. Chairman: Then I become the agent of the Federal Government. But supposing I am not receiving it on behalf of the Federal Government; I am receiving it on behalf of somebody who is not the Federal Government.

یعنی میں ایجنسی بن جاتا ہوں

Not of the Federal Government but let us say of the people who are entitled to receive Zakat

ان کے behalf پر وصول کرتا ہوں

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: سر میں عرض کرتا ہوں وہ دینے کی بات ہے لینے کی نہیں پہلے پراسس ہے لینے کا۔ پھر دینے کی بات ہے وصول ہو گا تو ڈسٹری بیوشن ہو گی۔

جناب چیئرمین: وصول ہوتا ہے۔

On behalf of the Federal Government or on behalf of the people to whom Zakat is paid?

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: On behalf of the Federal Government.

آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں یہ Federal statute ہے which is Zakat

Ordinance کلیئر بات ہے اس میں کونسی قباحت ہے Federal statute ہے

پروفیسر خورشید احمد: اسی مسئلے پر میں بھی شاید کچھ help کر سکوں۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ ڈاکٹر صاحب میرے پاس زکوٰۃ اینڈ عشر

آرڈیننس ہے اس میں سیکشن 7 ہے سیکشن 7 کہتا ہے۔ ...ere shall be established

یعنی فنڈ establish ہوگا سو پیسے جو وصول کر رہے ہیں فنڈ کے behalf پر کر رہے a Zakat Fund.

A Central Zakat Fund to which shall be credited zakat deducted at source, zakat paid voluntarily, transfers, if any from the Provincial Zakat Fund.

یہ سیکشن 7 کے تحت فنڈ بن جاتا ہے پھر لکھا ہوا ہے۔ Utilization of Zakat Fund

یہ سیکشن 8 میں ہے۔

The moneys in a Zakat Fund shall be utilized for the following purposes, namely:

وہ پرپوسس بھی بیان کر دیئے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب پیسے آپ وصول کرتے ہیں

...re you receiving that on behalf of the Central Zakat Fund ...r on behalf of the Federal Government and more important does ...he State Bank debit this amount or credit this amount to the ...ead called 'Public Account in the Federation' or a head called ...Zakat Fund'.

یہ ذرا دیکھنے والی بات ہے۔

ڈاکٹر شیر افگن خاں نیازی: بڑی آسان سی بات ہے۔

...rticle 78 is quite clear.

اس کی کلاز (2)

...2) "All moneys received by or on behalf of the Federal Government".

It includes every thing.

اب جو ہیڈ وغیرہ دئے ہیں وہ جبار صاحب کے پاس ہیں نمبر یہ دے دینگے

Mr. Chairman: Javed Jabbar Sahib do you want to add ...o this ?

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, I do not necessarily want ...o respond to this point at this stage.

Mr. Hasan A. Shaikh: Point of order. Sir, all heads are ...supposed to be concentrating on the State and no head is with ...the Minister.

Mr. Chairman: No. No. please. We had a very good, academically very sound and I must say very comprehensive discussion.

Mr. Hasan A. Shaikh: I congratulate the Minister. He has made a very good speech. I must say although he is a doctor he has spoken very well on a taxing subject.

Mr. Chairman: I think he has done very well indeed. Mr. Javed Jabbar any thing you want to add ?

Mr. Javed Jabbar: Mr. Chairman, I do not want to necessarily respond to this specific point at this stage since you have already indicated that you propose to reserve your ruling.

Mr. Chairman: If you get information you kindly give it to me.

Mr. Javed Jabbar: Certainly. But I am quite clear that since the provision for Zakat has been specified under a separate Ordinance, it cannot according to the wording of this Article be treated normally as part of the Public Account because Public Account according to the Constitutional sense is different from the sense envisaged by the Zakat Ordinance. But this specific technical clarification can be submitted to you at the next sitting of the Senate. However, in response to the points raised by my friend Senator Khurshid today, very briefly I would like to supplement the arguments already presented. I will not repeat the arguments already made.

I would begin by saying Mr. Chairman, that we are dealing with a privilege motion according to very specific rules of procedure as well as precedents available to us from outside the parliamentary history of Pakistan as well as from within the Parliament of Pakistan. But we are dealing with a privilege motion which has to be seen within the actual existing Constitution of Pakistan as available to us today. This distinction is very necessary because to buttress and strengthen certain concepts or principles I believe that a disproportionate amount of reliance has been seen in the arguments on the parliamentary practices and precedents of India or Britain. Now, at all times we must be willing to learn from other countries. But in the matter of interpreting a Constitution in a House which does not have the ultimate right to interpret the Constitution, we can only be guided by our own Constitution, seen in the context of our own conditions. Now, one may well quote extensively from the experience to the world's largest parliamentary democracy - India, but there is a fundamental difference which makes those comparisons substantially irrelevant to Pakistan and that difference is that where in one country for forty years you have had uninterrupted parliamentary democracy, here for over

twenty years we have had Martial Law and as a result of Martial Law some very basic distortions have been introduced not only into the psyche of the country but into the Constitution of the country. That is bad enough to make it worse. We are now talking about a particular Ordinance which on the face of it should not be a subject of controversy because it deals with religion. Yet Mr. Chairman, my submission is that because it was promulgated under Martial Law a reference to conditions where there has never been any martial Law becomes completely irrelevant to considering the admissibility of this privilege motion according to the Constitution of Pakistan as it exists today and according to the Rules of Procedure of the Senate of Pakistan. There is in my view no ambiguity on this score.

Now, unfortunately an attempt, not mischievously but I think inadvertently has been made which ends up confusing the picture because a great deal of time was spent on saying that when a certain Money Bill appeared in Indian Parliament Rajya Sabha gave a certain opinion and it was then returned to the Lok Sabha and Lok Sabha then spent a lot of time justifying whether this Bill was a Money Bill or not a Money Bill. Now, this analogy is totally irrelevant to this privilege motion. I begin by pointing out that privilege motions have to be seen according to Rule 62 of our Rules of Procedure. And Rule 6(iii) specifically says:

> "the matter shall be such as requires the intervention of the Senate;"

Now, where can the Senate intervene according to the Constitution? What does the Constitution say about where can the Senate intervene? It is very clear if we take Article 73(1):

> "Notwithstanding anything contained in Article 70, a Money Bill shall originate in the National Assembly and after it has been passed by the Assembly it shall, ..."

And this is the most relevant binding definitive part to hold this privilege motion out of order it says:

> "..... it shall, without being transmitted to the Senate, be presented to the President for assent."

Now, when the Constitution of Pakistan is so crystal clear that this is the scope of function of the Senate of Pakistan. The question arises where is the privilege breached when no attempt

[Mr. Javed Jabbar]

has been made to take away a privilege that the Senate possesse and leave alone privilege Mr. Chairman, even the concept o Zakat " نعوذ باللہ " I mean we have not attempted to reduce o enhance, there can be no question, if "خدانخواستہ " an attempt ha been made to introduce a micro fraction of a change then you could have said right now you are attempting to evade the Senate by tampering with something which is sacred. We have simply made some administrative changes and these are not exhaustively exclusive changes. If at any time the Senate in its wisdom wants to further improve the Zakat and Ushr Ordinance what prevents on Private Members Day, any honourable Member or Members moving a Private Members Bill to further improve the Zakat and Ushr Ordinance. And I am confident that our Government would be more than willing to consider positive amendments made in the public interest. So, this is crucial to considering the admissibility of this privilege motion that if in future you want to bring about any amendment in the Zakat and Ushr Ordinance, please let us know we are willing to listen.

Secondly, Mr. Chairman, I would submit that while many useful proposals have been made on what the Senate could or should do, these initiate a very grey and nebulous area which I would describe as wishful privilege or wishful constitutional amendments that the Senate should have financial power, the Senate should have some refelling power. We agree perhaps the real strength and destiny of this federation lies in further enhancing the role of the Senate but until that happens we at this moment in time cannot go by wishful thinking, we have to go by the facts and the law as it exists. And it is interesting to note Mr. Chairman, that even in the arbitrary amendments made to the 73 Constitution in March 1985 not a single amendment was attempted to introduce a financial jurisdiction for the Senate of Pakistan. Even though you recall that under those amendments five reserved seats per province were created by which technocrates even though they had to be elected were given reserved seats. Now, that was a reasonably fundamental change brought about in the nature or the composition of the Senate. But even then no attempt was made to give the Senate even one micro inch of legislative 'yes' or 'no' power, the discussion power is not excluded. Under a motion on Private Members' Day or under any resolution the Senate can give its opinion and as to the suggestions made that this opinion should be considered that the Speaker should be referred to, I suggest to you this is very dangerous. Because if we attempt to guide the National Assembly and I will conclude specifically on a misunderstanding of my point regarding the three component parts of the Parliament. By no means am I saying that just because two parts of that

three (teared Parliament) have approved something the Senate has no right to say, I am talking only about a Money Bill where a Money Bill is concerned it is those two-thirds which are relevant and important and those two-thirds have spoken. If in all other matters the Senate certainly - even if the National Assembly and the President agree to something - retains the right to expound upon it. Thank you.

Mr. Chairman: Thank you. I conclude the debate on this privilege motion.

پروفیسر خورشید احمد: جناب والا۔

Mr. Chairman: Sorry! Concluded.

پروفیسر خورشید احمد: صرف ایک منٹ کے لئے، اس لئے کہ یہ ایشو ایسا ہے، یعنی یہ کہ میں اس کا جواب دینے کے لیے کھڑا نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین: یہ آپ مجھے بعد میں دے دیں۔

پروفیسر خورشید احمد: نہیں، یہ موقع پر بات کہنا نہایت ضروری ہے۔

جناب چیئرمین: پھر آپ فرما دیں۔ لیکن ایک منٹ سے زیادہ وقت نہ لیں۔

پروفیسر خورشید احمد: بہتر، میں آپ سے چاہوں گا کہ پبلک اکاؤنٹ کے سلسلے میں آرٹیکل ۷۹ دیکھ لیں، اس لیے آرٹیکل ۷۹ یہ کلیئر کرتا ہے کہ پبلک اکاؤنٹ میں سے کوئی چیز خرچ نہیں ہو سکتی جب تک اسمبلی اس کو approve نہ کرے، زکواۃ کا خرچہ جو ہے وہ پبلک اکاؤنٹ نہیں ہے، اور کبھی آج تک اسمبلی نے اسے پاس نہیں کیا کہ زکواۃ میں سے خرچ کرو یا نہ کرو۔ زکوٰۃ کا فنڈ جو ہے اس میں سرکاری کے علاوہ voluntary contribution بھی آتا ہے،

voluntary contribution کبھی پبلک اکاؤنٹ میں نہیں آیا کرتا اور تیسری بات یہ ہے کہ پبلک اکاؤنٹ کے لیے لازمی ہے کہ وہ آڈٹ کیا جائے اکاؤنٹنٹ جنرل کی طرف سے، لیکن زکوٰۃ کے لیے auditing کا اپنا نظام ہے، پبلک اکاؤنٹ کے لیے auditing نہیں ہے کہ Auditor General لے audit کرے ان تینوں وجوہ سے اس کی کبھی بھی ایسی حیثیت نہیں ہوئی۔ کہ وہ پبلک اکاؤنٹ میں شمار کیا جائے، یہ بالکل الگ ہے

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جاوید جبار صاحب کل کیبنٹ میٹنگ ہے؟

جناب جاوید جبار: جی ہاں،

Mr. Chairman: So, tomorrow we will have the session in the evening. The debate is concluded, the ruling on this is reserved and I adjourn the House to meet again tomorrow at 6.00 p.m.

[The House adjourned to meet again at six of the clock in the evening on Monday, July 24, 1989].